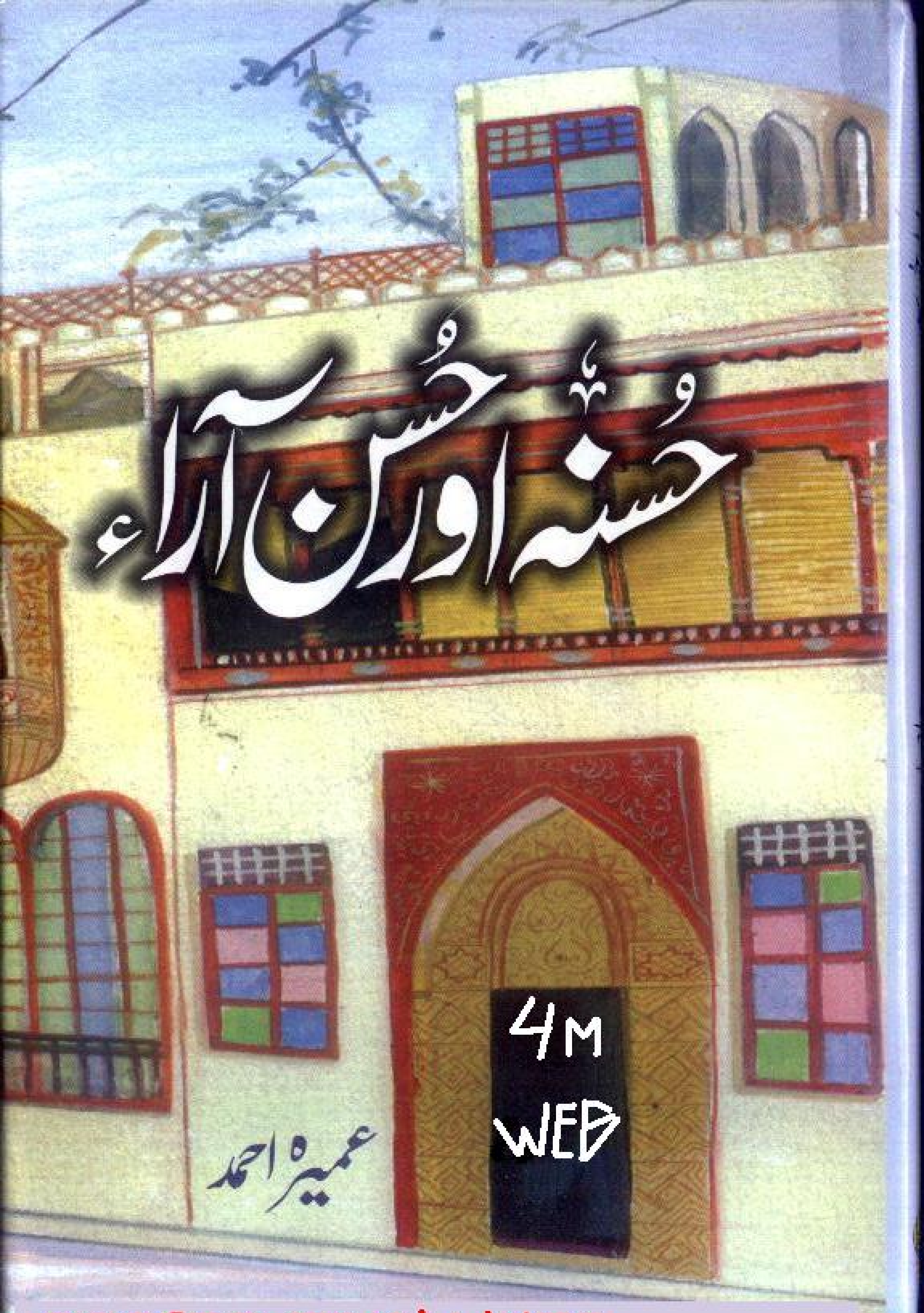

COPIED FROM WEB

حُسنہ اور حُسن آراء

''بس میں کہتی ہوں بوا حُسنہ کا بوجھ سر سے اُترے تو میں اور صوفی صاحب بھی حج کو نکلیں''۔

دل شاد نے سروتے سے چھالیہ کترتے ہوئے ایک گہرا سانس لے کر بوا سے کہا جو اُس کے پاس ہی صحن کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں تو اپنی سی کر رہی ہوں دلشاد ...... شہر کا ہر اچھا رشتہ لیکر تمہارے گھر آئی ...... مگر بس حُسنہ کی قسمت''۔

بوا نے بھی ایک گہرا سانس لیا اور پھر پان منہ میں رکھ لیا۔

''ٹھیک کہا تم نے بوا ...... یہ ساری قسمت کی بات ہوتی ہے مگر یہ تم ساتھ والے اکبر میاں کی ماں سے بات کیوں نہیں کرتی''۔

دلشاد نے بالآخر اُن سے اپنے دل کی بات کہی۔ ''ارے اکبر میاں کی ماں سے تو پہلے ہی پوچھ چکی ہوں میں''۔ بوا نے بے حد ناگواری سے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ ''ایک آفت کی پرکالہ ہے اُس کی ماں ...... کہنے لگی ہم ہمسایوں میں شادی نہ کریں گے بیٹے کی ...... بہو سارا دن اپنی ماں کے گھر گھسی رہے گی۔ ہمیں تو بوا دوسرے شہر کا رشتہ دکھاؤ تاکہ بہو مہینوں کے بعد اپنے میکے کا رُخ کرے۔

بوا نے اکبر کی ماں کی نقل اُتارتے ہوئے کہا

''پھر بھی بوا ...... تم ایک بار پھر بات کرو ...... شکل و صورت اچھی ہے لڑکے کی ...... چال چلن بھی اچھا ہے ...... اوپر سے پوری جائیداد کا اکلوتا وارث ...... نہ بہن نہ بھائی

...... یہ رشتہ ہو گیا تو میری خُسنہ تو راج کرے گی راج''۔

دلشاد نے کہا ''تم کہتی ہو تو ایک بار پھر بات کرتی ہوں ...... مگر ایمان سے کہتی ہوں بیٹے کو بوڑھا کر کے دم لے گی یہ عورت ...... سو سو نقص نکالتی ہے ہر لڑکی میں''۔

''پر میری خُسنہ کی تو ہمیشہ ہی تعریف کی اُس نے''۔ دلشاد نے بے ساختہ کہا۔

''منہ پر تو تعریفیں ہی کرتی ہے ...... اصل چھری تو پیٹھ پیچھے پھیرتی ہے ...... پر خیر اب تم نے کہا ہے تو بات تو کرنی ہی پڑے گی ......

یہ صوفی صاحب نظر نہیں آ رہے گھر پہ'' بوا نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے یک دم موضوع بدلا۔

''ہاں نماز پڑھنے نکلے ہیں۔ دلشاد نے مسکراتے ہوئے کہا'' اللہ سلامت رکھے صوفی صاحب کو ...... لاکھوں میں ایک ہیں ...... سر کا تاج بنا کر رکھا ہے انہوں نے تمہیں۔

''بوا نے بے حد فیاضی سے صوفی صاحب کی تعریف کی''۔ بے شک بوا ...... ایسا میاں تو قسمت والی عورتوں کو ملتا ہے ...... میں تو خدا کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتی''۔

''دلشاد نے بھی بے ساختہ صوفی صاحب کی تعریف کی''۔

بے شک ...... بے شک ...... ورنہ بیٹا نہ ہو تو میاں تو طعنے دے دے کر مار دیتے ہیں ...... وہ نہ ہو تو دوسری شادی کر لیتے ہیں ...... واقعی فرشتہ صفت آدمی ہیں صوفی صاحب ...... اے پورے محلے میں ان جیسا آدمی نہیں ...... اچھا دلشاد میں چلتی ہوں ...... اب ...... جلد ہی کوئی اچھی خبر لے کر آؤں گی''۔

''بوا نے بالآخر پان کی ایک اور گلوری اُٹھاتے ہوئے کہا اور سلام کر کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

دلشاد ایک گہرا سانس لے کر ایک بار پھر چھالیہ کترنے لگی تھی مگر اُس کا ذہن بوا کی باتوں میں اٹکا ہوا تھا۔ خُسنہ 20 سال کی ہونے کو آئی تھی اور ابھی تک اُس کی کہیں شادی طے نہیں ہو پا رہی تھی۔

یہ دلشاد بیگم اور صوفی صاحب کے لئے بے حد پریشان کن بات تھی۔ خاندان کی ہر لڑکی سولھویں سترھویں سال میں بیاہی جا چکی تھی اور خُسنہ اب خاندان میں واحد لڑکی تھی جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی ...... بظاہر اُس کی شادی نہ ہونے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ خُسنہ خوبصورت تھی۔ سگھڑ اور سلیقہ مند تھی پھر صوفی صاحب کی اکلوتی اولاد تھی۔ بے حد حسب نسب والے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ...... اس کے باوجود اُس کا رشتہ ابھی تک نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ اُس کے لئے رشتے ہی نہ آتے ہوں ...... اچھے اچھے خاندانوں سے خُسنہ کے لئے رشتے آتے رہے مگر شروع میں دلشاد بیگم اور صوفی صاحب ضرورت سے زیادہ چھان بین کرتے رہے۔

بعد میں یہ کام لڑکے والوں نے کرنا شروع کر دیا۔ 60 اور 70 کی دہائی میں بھی ان جیسے قدامت پرست گھرانوں میں بہت ساری چیزیں قابل اعتراض سمجھی جاتی تھیں۔ کئی گھرانوں کو خُسنہ کے اکلوتے ہونے پر اعتراض تھا کیونکہ اُنہیں لگتا ماں باپ نے خُسنہ کے ناز نخرے اُٹھا کر اُسے بگاڑ دیا ہوگا۔

کچھ گھرانوں کا خیال تھا کہ صوفی صاحب کو بیٹی کو قرآن کی تعلیم کے علاوہ سکول کی تعلیم بھی دینی چاہیے تھی کیونکہ خُسنہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی۔ بعض گھرانوں کو صوفی صاحب کے گھرانے کے رکھ رکھاؤ پر اعتراض ہوتا۔ جہاں گھر سے باہر اب بھی عورتیں ٹوپی والا بُرقعہ پہن کر نکلتی تھیں اور بعض گھرانوں کو دولت مند ہونے کے باوجود اُن کے بے حد سادہ طرز زندگی پر ......

زمانہ بدل رہا تھا مگر کم از کم اس کی کوئی جھلک بلند اقبال المعروف صوفی صاحب کے گھر نظر نہیں آتی تھی۔ وہ منڈی میں ایک بڑے آڑھتی تھے۔ آباؤ اجداد یہی کام کرتے آ رہے تھے اور انہوں نے بھی اس سے ہٹ کر کچھ اور کرنے کا نہیں سوچا تھا ...... جو اضافی کام پچھلے کچھ سالوں میں وہ کرنے لگے تھے۔ وہ مسجد میں امامت کا تھا۔ امام صاحب کے نہ ہونے پر اکثر صوفی صاحب کو ہی محلے کی مسجد میں امامت کے لئے کھڑا کر دیا جاتا تھا اور وہ اسے جیسے اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہوئے کرتے تھے۔ نیک

شریف اور کھلے دل سے خیرات کرنے والے آدمی تھے محلے میں کوئی ایسا نہیں تھا جسے صوفی صاحب سے کبھی کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو۔

کچھ ایسا ہی حال دلشاد بیگم کا تھا۔ صوفی صاحب کی طرح وہ بھی ایک بہت اونچے اور بارسوخ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ صوفی صاحب سے اُن کی شادی سترہ سال کی عمر میں ہوئی تھی اور دونوں میاں بیوی میں کمال کی محبت تھی۔ دلشاد بیگم میں 17 سال کی عمر میں بھی 40 سال کی عمر کی عورتوں والا رکھ رکھاؤ تھا۔ وہ نوکروں سے بھرے پُرے گھر سے صوفی صاحب کے گھر میں آئی تھیں جہاں صوفی صاحب اور اُن کے ماں باپ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ صوفی صاحب کے خاندان میں زیادہ ملازم رکھنے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ گھر کی بہوؤں کو خود ہی کام کرنا ہوتا تھا اور دلشاد بیگم نے پہلے دن سے ماتھے پر ایک شکن لائے بغیر اس گھر کے طریقوں کو یوں اپنا لیا تھا کہ شادی کے پندرہ سال بعد جب وقفے وقفے سے اُن کے ساس سُسر کا انتقال ہوا تو اُن کے ہونٹوں پر دلشاد کے گنوں کے ہی قصیدے تھے۔

دلشاد کو اپنے خاندانی ہونے پر جتنا ناز تھا صوفی صاحب کی چہیتی بیوی ہونے پر اُس سے زیادہ فخر...... صوفی صاحب واقعی دلشاد پر جان چھڑکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شادی کے پندرہ سال گزر جانے پر بھی کوئی اولاد نہ ہونے اور ہر ایک کے اصرار حتیٰ کہ دلشاد کے اجازت دے دینے پر بھی انہوں نے دوسری شادی نہیں کی۔ حسنہ پندرہ سال کے بعد اُن کے ہاں پیدا ہوئی تھی اور حسنہ کی پیدائش کے بعد دلشاد کے ہاں دوبارہ کبھی اولاد نہیں ہوئی۔...... صوفی صاحب نے شادی کے 35 سال میں دلشاد کو کبھی ایک بار بھی یہ چیز جتائی نہیں اور بدلے میں دلشاد نے بھی صوفی صاحب کی جی جان سے خدمت کی۔ صوفی صاحب نے اگر دن کو رات کہا تو دلشاد کے لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اُسے رات نہ کہتی۔ اپنے خاندان کی عورتوں کی طرح وہ اطاعت' فرمانبرداری اور رکھ رکھاؤ میں اپنی مثال آپ تھی...... اور اس بات کو ماننے اور سراہنے والے میکے' سسرال اور محلے میں دلشاد کو بہت لوگ ملے...... یہی سارے گُن دلشاد نے حسنہ کو بھی دیئے تھے اور

اسے اس بات پر بڑا ناز تھا کہ اُس کی بیٹی جیسی خاندانی لڑکی اب کہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔

اس کے باوجود پریشانی یہ تھی کہ حسنہ ابھی تک ماں باپ کے گھر بیٹھی تھی اور حسنہ کی پریشانی وہ واحد غم تھا جو ان دونوں کو ان دنوں لاحق تھا۔ حسنہ خود بھی ان دنوں بے حد اُداس اور چپ رہنے لگی تھی اور اُس کی یہ حالت دلشاد اور صوفی صاحب کو مزید فکر مند کرتی تھی۔...... وہ اُن کی لاڈلی اکلوتی بیٹی تھی آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ حسنہ کو کوئی کی ہوئی اُس کی کوئی فرمائش پوری نہ ہوئی ہو...... مگر اب...... اب جو کچھ ہو رہا تھا اُس پر نہ دلشاد بیگم کا اختیار تھا نہ صوفی کا...... کوشش اور دُعا کے علاوہ وہ دونوں کچھ نہیں کر سکتے تھے اور یہ کام وہ دونوں سالوں سے کرتے آ رہے تھے۔

"تمہارے ابا ابھی تک نہیں آئے...... اللہ خیر کرے"۔ دلشاد نے بے حد بے تابی سے صحن میں ٹہلتے ہوئے بے حد پریشانی سے حسنہ سے بولی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے سے نکلی تھی۔ "اماں نماز پڑھنے گئے ہیں مسجد میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے"۔

حسنہ نے قدرے لاپرواہی سے ماں کو تسلی دی"۔ اتنی دیر تو کبھی نہیں ہوئی۔ دلشاد کی بے تابی میں کمی نہیں آئی۔

"مولوی صاحب کے پاس بیٹھ گئے ہوں گے آپ جانتی تو ہیں ابا کی عادت کو"۔

"پھر بھی اتنی دیر تو کبھی نہیں ہوتی"۔

اس سے پہلے کہ دلشاد کچھ اور کہتی صحن کے بیرونی دروازے پر بے حد شناسا دستک ہوئی۔

"یہ لیں آ گئے ابا...... میں کہہ رہی تھی نا کہ آپ خوامخواہ فکر کر رہی ہیں"۔ حسنہ نے صحن کے نلکے سے صراحی کو بھر کر اندر برآمدے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "اس عمر میں اسی طرح فکر ہوتی ہے...... تم جا کر کھانا لگاؤ"۔

دلشاد نے مسکرا کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

''آج تو بہت دیر لگا دی آپ نے ...... میں پریشان ہو گئی تھی کہاں رہ ......'' دروازہ کھولتے ہوئے دلشاد نے کہنا شروع کیا اور پھر اُس کا جملہ اُس کے منہ میں ہی رہ گیا۔ صوفی صاحب کے عقب میں ایک برقعہ پوش لڑکی کھڑی تھی۔

''آؤ اندر آ جاؤ حُسن آراء۔ صوفی صاحب نے دلشاد سے نظریں چراتے ہوئے اُس لڑکی سے کہا۔ برآمدے کی طرف صراحی لے جاتی ہوئی حُسنہ نے پلٹ کر باپ کو دیکھا اور قدرے حیرانی کے عالم میں رُک گئی۔ دلشاد نے بھی بے حد حیرانی سے باری باری صوفی صاحب اور اُس لڑکی کو دیکھا جو اپنے چہرے کو نقاب میں چھپائے بے حد سلیقے سے اُنہیں آداب کہہ رہی تھی۔ دلشاد نے اُس کے انداز اور مہندی کے نقش و نگار سے سجے اُس کے خوبصورت ہاتھوں کو دیکھا پھر کچھ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں آداب کہتے ہوئے اُس نے صوفی صاحب کو دیکھا جو اب دروازہ بند کر رہے تھے۔ حُسنہ اسی طرح دور برآمدے میں صراحی لئے دلچسپی سے اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔

''حُسن آراء یہ دلشاد ہے ...... اور دلشاد یہ حُسن آراء ہے۔ صوفی صاحب نے مدھم آواز میں اُن دونوں کو ایک دوسرے سے جیسے متعارف کروایا''۔

''میں نے پہچانا نہیں''۔

دلشاد نے مسکرا کر قدرے اُلجھے انداز میں حُسن آراء کو دیکھا۔

''یہ میری دوسری بیوی ہے''۔ صوفی صاحب نے قدرے جھجک کر دور برآمدے میں کھڑی حُسنہ کو دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔ مگر وہ آواز کسی کے لئے بھی اتنی مدھم نہیں تھی کہ سُنی نہ جا سکے۔ حُسنہ کے ہاتھ سے صراحی چھوٹ کر فرش پر جا گری۔ حُسن آراء چونک کر اُس کی طرف متوجہ ہوئی۔ جبکہ دلشاد دونوں ہاتھ سینے پر رکھے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ صوفی صاحب کو دیکھ رہی تھی ...... کیا بے یقینی سی بے یقینی تھی ......

دوسری بیوی؟

''حُسنہ انہیں اوپری منزل پر لے جاؤ ...... مہمان خانے میں ...... کل ایک کمرہ

ٹھیک کر دینا ان کے لئے۔ صوفی صاحب نے دلشاد سے نظریں چراتے ہوئے دور کھڑی حُسنہ سے کہا۔ جس نے بے حد شکایتی نظروں سے باپ کو دیکھا اور پھر ایک لفظ کہے بغیر اندر چل پڑی۔

''جائیں حُسن آراء۔'' صوفی صاحب نے اُس سے کہا۔ دلشاد ابھی بھی پتھر کے مجسمے کی طرح وہیں دروازے پر کھڑی تھی۔ صوفی صاحب کا 35 سال میں تراشا جانے والا بُت دو سیکنڈز میں زمین پر گر کر چکنا چور ہو گیا تھا۔

حُسن آراء نے ایک بار پھر دلشاد کو دیکھا اور پھر اندر چلی گئی۔ ''کھانا لگاؤ''۔ صوفی صاحب نے دلشاد سے نظریں چراتے ہوئے کہا اور خود بھی سر سے ٹوپی اُتارتے ہوئے اندر چلے گئے۔

دلشاد وہیں کھڑی اُنہیں جاتا دیکھتی رہی۔ ''دوسری بیوی ...... حُسن آراء ......'' اُس کا ذہن ابھی تک ان الفاظ کی گونج سے لرز رہا تھا۔

آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ یوں اچانک ایک رات صوفی صاحب ایک دوسری عورت کو بیوی بنا کر گھر لے آئیں ...... اُن سے بات کرتے۔ اُن سے پوچھتے، اُن کو بتاتے ...... یا اور کچھ نہیں تو اپنی کسی حرکت سے دلشاد کو شبہ کرنے پر ہی مجبور کر دیتے ...... کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا ...... وہ سیدھے سیدھے ایک بیوی لے آئے تھے ...... ایک بیوی ...... دلشاد کی آنکھوں میں سیلاب کی طرح پانی اُمڈا تھا ...... اُس گھر میں 35 سال کی شادی شدہ زندگی میں پہلی بار صوفی صاحب نے اُنہیں رُلایا تھا۔

''یہ ہے مہمان خانہ''۔ حُسنہ نے بے حد تیکھے تیوروں کے ساتھ اپنے پیچھے کمرے میں داخل ہوتی حُسن آراء سے کہا۔ جس نے یک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا لیا۔ حُسنہ کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ بے حد حسین نین و نقوش کی تقریباً اُس کی ہم عمر ایک لڑکی تھی۔ باپ سے گلہ کچھ اور بڑھ گیا۔

''ایک گلاس پانی ملے گا؟'' حُسن آراء نے بے حد سُریلی آواز میں مسکراتے ہوئے حُسنہ کو مخاطب کیا۔ وہ کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ چند لمحوں کے بعد جب وہ

پانی کا گلاس لیکر کمرے میں داخل ہوئی تو اُسے ایک جھٹکا اور لگا تھا۔ حُسن آراء اب اپنا برقع اُتار کر پلنگ پر رکھ چکی تھی وہ بے حد چست قمیض اور چوڑی دار پاجامے میں ملبوس تھی۔ ''اور ابا نے آج تک مجھے کبھی چوڑی دار پاجامہ پہننے نہیں دیا''۔ ''خُسنہ نے بے حد سرکشی سے سوچا۔

''پانی کا گلاس اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے خُسنہ نے حُسن آرا کو ایک بار پھر بے حد تنقیدی نظروں سے سر سے پاؤں تک دیکھا''۔ آخر ابا کو ایسی خوبصورت لڑکی کہاں سے ملی ہوگی؟

''شکریہ...... مجھے کپڑوں کا ایک جوڑا مل سکتا ہے۔ حُسن آراء نے ایک بار پھر پانی کا خالی گلاس اُسے واپس تھماتے ہوئے اُس کے خیالات کے تسلسل کو توڑ دیا۔

''جو بھی چاہیے ایک دفعہ کہیے...... میں ملازمہ نہیں ہوں کہ بار بار چکر کاٹتی پھروں۔'' اس دفعہ خُسنہ نے بے حد تلخی سے اُس سے کہا۔

''بس اور کچھ نہیں چاہیے...... کپڑوں کا ایک جوڑا۔ حُسن آرا نے بے حد تحمل سے کہا۔ خُسنہ اُسے گھورتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

حُسن آراء نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا پھر کمرے کی اکلوتی کھڑکی کو کھول کر باہر جھانکنے لگی۔

تبھی خُسنہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ ہاتھ میں پکڑا جوڑا پلنگ پر پھینکتے ہوئے وہ کھڑکی کے پاس آئی اور بے حد تلخی سے کھڑکی کے پٹ بند کرتے ہوئے بولی۔

''ہمارے گھر کی عورتیں کھڑکیوں میں کھڑی نہیں ہوتیں...... وہ بھی رات کے اس وقت۔

حُسن آراء اُس کی بات پر یک دم سُرخ چہرے کے ساتھ شرمندہ ہوتے ہوئے بولی۔

''مجھے پتہ نہیں تھا''۔ خُسنہ نے اُس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اُسے بے حد عجیب نظروں سے دیکھا پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اماں یہ ابا نے کیا کیا؟

''دلشاد نے بے اختیار اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کیے وہ تب سے صحن

کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اندر جانے کی ہمت ہی نہیں ہو پا رہی تھی...... صوفی صاحب کا اور اُن سے بھی بڑھ کر اُس عورت کا دوبارہ سامنا......

''دسترخوان لگایا تم نے۔ انہوں نے خُسنہ کے سوال کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے بے حد مستحکم آواز میں خُسنہ سے کہا جو اُن کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''اماں آپ نے اُس کو دیکھا نہیں...... اُس کی عمر میرے جتنی ہوگی......''

دلشاد نے چونک کر خُسنہ کو دیکھا۔ اُن کے دل پر جیسے ایک اور گھونسہ پڑا۔

''آخر ابا کو اس عمر میں ہو کیا گیا۔ فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے...... جا کر دسترخوان لگاؤ تمہارے ابا کو بھوک لگ رہی ہوگی''۔

خُسنہ نے حیران ہو کر ماں کو دیکھا۔ یہ وہ ردِعمل نہیں تھا جس کی وہ توقع کر رہی تھی۔ دلشاد اُٹھ کر اندر چلی گئی۔ وہ جانتی تھی وہ وہاں کھڑی رہے گی تو خُسنہ کے سوال و جواب بھی جاری رہیں گے اور جو کچھ بھی تھا وہ بہرحال خُسنہ کو اس معاملے میں دخل انداز نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

خُسنہ نے اتنی آسانی سے اُس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ باورچی خانے میں دلشاد کے پیچھے آئی۔

''آپ ابا سے بات کریں''۔

''کیا بات کروں؟''

دلشاد نے بے حد سپاٹ انداز میں چپاتیاں بنانے کے لئے توا رکھتے ہوئے کہا۔

''اُن سے پوچھیں انہوں نے اس عمر میں کیا سوچ کر شادی......''

لیکن دلشاد نے سختی سے خُسنہ کی بات کاٹ دی۔

''یہ میری اور تمہارے ابا کی بات ہے اور مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے...... سالن گرم کرو''۔ خُسنہ نم آنکھوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے سالن کی ہنڈیا دوسرے چولہے پر چڑھانے لگی۔

اُس رات پہلی بار دلشاد نے کئی چپاتیاں بنائیں۔ کئی جلائیں...... خُسنہ کھانے

کے برتن اندر دسترخوان پر لے جاتی رہی اور یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔

ماں کو ساری عمر ایک خاندانی عورت کی طرح اُس نے اُسی رکھ رکھاؤ کا مظاہرہ کرتے دیکھا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر واویلا مچا دینا یہ خاندانی عورتوں کا وطیرہ نہیں تھا اور دلشاد بیگم بھی اس وقت اسی رکھ رکھاؤ کا ثبوت دے رہی تھیں۔

"اب آپ آ جائیں برتن لگا دیئے میں نے۔"

رخشندہ نے چپاتیوں کی چنگیر اندر لے جاتے ہوئے اس بار دلشاد سے کہا۔ دلشاد کا جی چاہا کہے۔ اس کی تو ساری عمر کے لئے بھوک ختم ہو گئی آج کے بعد سے

"تم چلو میں آتی ہوں"۔ اس نے رخشندہ سے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

جس وقت وہ کھانے کے کمرے میں داخل ہوئی صوفی صاحب بھی تقریباً اسی وقت اندر آئے۔ دسترخوان پر ایک نظر ڈالتے ہی انہوں نے قدرے خفگی کے انداز میں رخشندہ سے کہا۔

"حُسن آراء کے لئے برتن رکھنا بھول گئی رخشندہ ...... یاد رکھو...... اب اس گھر میں چار لوگ رہتے ہیں"۔

رخشندہ نے باپ کی جھڑکی پر ایک نظر دلشاد کو دیکھا۔ جو سپاٹ چہرے کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ رہی تھی۔

"جی"۔

پھر اُس نے مدھم آواز میں باپ سے کہا اور حُسن آراء کے لئے بھی برتن رکھنے لگی۔

"جاؤ چھوٹی امی کو بلا لاؤ"۔

دلشاد کے دل پر جیسے کسی نے آرا چلایا تھا۔ کچھ یہی حال رخشندہ کا ہوا تھا صوفی صاحب حد کر رہے تھے۔ گھر کے بٹوارے کے ساتھ ساتھ اکلوتی اولاد کے ساتھ رشتے کا بھی بٹوارہ کر رہے تھے۔

رخشندہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے باپ کو دیکھا جو دسترخوان پر بیٹھ رہے تھے اور

پھر اُٹھ کر حُسن آرا کو بلانے کے لئے چلی گئی۔

حُسن آراء اُس کے کپڑے پہنے پلنگ پر نیم دراز تھی۔ "ابا کھانے کے لئے بلا رہے ہیں"۔ رخشندہ نے بلند آواز میں بے حد بے زاری سے اعلان کیا۔ حُسن آراء چونک کر اُس کی طرف متوجہ ہوئی۔ پھر اُٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے لاپرواہی سے دوپٹہ گلے میں ڈالا اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔

رخشندہ کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ "ابا کے سامنے اس طرح جائیں گی؟"

اُس کا اشارہ جس طرف تھا حُسن آراء سمجھ گئی تھی قدرے نادم ہو کر اُس نے جیسے دوپٹہ سر پر لگانے کی کوشش کی اور پھر رخشندہ سے کہا۔

"تمہارے کپڑے ٹھیک سے سلے نہیں ...... بہت زیادہ کھلے ہیں۔"

"ہمارے گھر میں عورتیں ایسے ہی کپڑے پہنتی ہیں ...... آپ کے اپنے کپڑے بہت تنگ ہیں یا پھر چھوٹے ہو گئے ہیں آپ کو۔"

رخشندہ نے اُس پر جملہ کسا اور پھر حُسن آراء کا ردعمل دیکھے بغیر باہر نکل گئی۔

حُسن آراء چند لمحے کھڑی کی کھڑی رہ گئی پھر جیسے اُس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی اور وہ باہر نکل آئی۔ جس وقت وہ کھانے کے کمرے میں پہنچی۔ دلشاد اور رخشندہ کھانا کھا رہی تھیں جبکہ صوفی صاحب اُس کا انتظار کر رہے تھے۔

"آؤ...... آؤ حُسن آراء...... ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے"۔

صوفی صاحب نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہاں بیٹھے سب لوگ حُسن آراء کے منتظر تھے۔ رخشندہ نے ایک بار پھر بڑی ناراضگی سے دلشاد کو دیکھا جو بظاہر کھانے کی طرف متوجہ تھی مگر حُسن آرا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس پر پڑنے والی ایک نظر ہی گویا اُس کے دل کا خون کر گئی تھی۔ وہ واقعی رخشندہ کی عمر کی تھی اور بلا کی حسین تھی۔ صوفی صاحب کے مُنہ کے کچھ اور ٹکڑے ہو گئے تھے۔

صوفی صاحب نے حُسن آراء کو کھانا نکال کر دیا تو دلشاد کا رنج اور بڑھا۔ یہ کام صوفی صاحب پہلے صرف اُس کے اور رخشندہ کے لئے کرتے تھے آج اُن دونوں نے

خود کھانا لے لیا تھا اور صوفی صاحب ایک دوسری عورت پر یہ نوازش کر رہے تھے۔

کھانا کھاتے کھاتے صوفی صاحب کو ہچکی آئی۔ اس سے پہلے کہ دلشاد یا حُسنہ کچھ کرتی۔ حُسن آراء نے برق رفتاری سے پانی کا گلاس اُٹھا کر صوفی صاحب کو دیا اور بسم اللہ کہتے ہوئے اُن کی پشت کو تھپکا۔ صوفی صاحب نے قدرے خجل ہوتے ہوئے پانی پیتے ہوئے چور نظروں سے دلشاد اور حُسنہ کو دیکھا جو یوں ظاہر کر رہی تھیں جیسے وہ یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہی تھیں۔

''اور پانی دوں صوفی صاحب''۔ حُسن آراء نے بڑے انداز سے صوفی صاحب سے کہا۔ دلشاد اور حُسنہ نے بے اختیار نظریں اُٹھا کر حُسن آراء کو دیکھا مگر وہ مکمل طور پر صوفی صاحب کی طرف متوجہ تھی۔

''نہیں تم کھانا کھاؤ''۔ صوفی صاحب نے اُسے نرمی سے منع کیا۔ حُسن آراء نے یک دم ایک لقمہ توڑا اور صوفی صاحب کے منہ کے سامنے کر دیا۔ دلشاد اور حُسنہ کے ساتھ ساتھ اس بار صوفی صاحب بھی ہکا بکا رہ گئے تھے۔ اس بار دلشاد برداشت نہیں کر سکی تھی۔ اپنی پلیٹ کو ایک طرف کرتے ہوئے وہ تیزی سے دسترخوان سے اُٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ حُسنہ نے بھی یہی کیا۔ حُسن آراء چونک کر اُن دونوں کی طرف متوجہ ہوئی پھر اُس نے کچھ نادم ہو کر وہ لقمہ نیچے پلیٹ میں رکھ دیا۔

''کل حُسن آرا کے لئے گھر کا ایک کمرہ ٹھیک کروا دینا...... اپنے ساتھ بازار لے جا کر اُسے کچھ کپڑے اور ضرورت کا دوسرا سامان بھی خرید دینا''۔

صوفی کھانے کے بعد بہت جلد ہی اندر اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔ انہوں نے دلشاد سے کھانا چھوڑنے کی وجہ پوچھنے کے بجائے الماری کھول کر اپنے کپڑے نکالتے ہوئے اُسے کچھ ہدایات دیں''۔

''کیوں؟ میں اُس کی ملازمہ ہوں؟''

دلشاد یک دم بھڑک اُٹھی۔

''میں نے ایسا کب کہا؟''

صوفی صاحب نے حیران ہوتے ہوئے اُسے دیکھا۔ ''اگر آپ اُسے بیاہ کر گھر لا سکتے ہیں تو بازار جا کر خریداری بھی کروا سکتے ہیں''۔

''ٹھیک ہے میں کروا دوں گا''۔

صوفی صاحب نے جیسے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ الماری سے ایک بار پھر اپنے کپڑے ڈھونڈنے لگے۔ دلشاد کچھ دیر خاموشی سے اُن سے کسی بات کی توقع کرتی رہی۔ پھر اُس نے بے حد رنج سے صوفی صاحب سے کہا۔

''میری خدمت میں ایسی کیا کمی رہ گئی حُسنہ کے ابا کہ آپ نے اس بڑھاپے میں میرے سر پر سوکن لا بٹھائی؟''

''ایسی باتیں مت کرو دلشاد...... میں نے کب کہا کہ تمہاری خدمت میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ میرا اور حُسن آراء کا جوڑ بس قسمت میں تھا اس لئے وہ اس گھر میں آ گئی''۔

صوفی صاحب نے پلنگ پر دلشاد کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ ''عشا'' پڑھنے گئے اور میرے لئے ''سوکن'' لے کر آ گئے''۔

دلشاد نے جیسے تڑپ کر کہا۔

''تم خود ہی تو کہا کرتی تھیں کہ میں دوسری شادی کر لوں...... کتنا اصرار کیا تھا تم نے...... یاد ہے تمہیں؟''۔

''کئی سال پہلے کی بات ہے وہ اور تب تو آپ نے میری بات مان کر نہ کی اور اب......

صوفی صاحب نے دلشاد کی بات کاٹی''۔

''تب نہ کی اب کی مگر بات تو مان لی نا میں نے تمہاری''۔

''شادی ہی کرنا تھی تو کسی بڑی عمر کی عورت سے کرتے اپنی بیٹی کی عمر کی لڑکی کو بیاہ لائے...... محلے والوں کو پتہ چلے گا تو کیا کہیں گے وہ؟''

''کچھ نہیں کہیں گے...... چار دن باتیں کریں گے پھر خاموش ہو جائیں

ہے"۔

صوفی صاحب کے پاس جیسے ہر اعتراض کا جواب تھا۔

"پر اُسے لائے کہاں سے آپ؟ ...... کس خاندان کی ہے؟"

دلشاد کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اُن سے اور کیا کہے۔

"یہ سوال غیر ضروری ہیں ...... وہ اس گھر میں آ گئی اب یہ اُس کا گھر اور ہم سب اُس کا خاندان ...... باقی سب کچھ بھول جاؤ"۔

اس بار صوفی صاحب کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"بھولوں تو تب جب اُس کے بارے میں کچھ پتہ چلے ...... آپ تو اس طرح دیوانے ہوئے بیٹھے ہیں اُس کے کہ اُس کے بارے میں زبان کھول کر نہیں دے رہے"۔

دلشاد کو اُن کا لہجہ چبھا اور صوفی صاحب کو اُن کا جملہ۔

"مجھ سے جو کہنا ہے کہہ لو لیکن حُسن آراء سے اس طرح کے سوال جواب کرنے مت بیٹھنا ...... اس گھر میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں چاہیے مجھے ...... وہ تمہاری عزت کرے گی اور تم اُسے چھوٹی بہنوں کی طرح رکھنا ...... دروازہ بند کر لو ......"

صوفی صاحب اُٹھ کر کمرے سے چلے گئے۔ دلشاد بے اختیار اُن کے پیچھے کمرے کے دروازے تک گئی ...... چند گھنٹوں میں وہ ایک معزول بادشاہ کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں ...... چند گھنٹوں میں 35 سال کا ساتھی بدل گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کی بجائے وہ واپس اپنے پلنگ پر آ کر بیٹھ گئیں اور دوپٹہ آنکھوں پر رکھ کر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ وہ خاندانی عورت تھیں صوفی صاحب سے یہ کیسے کہتیں کہ انہیں اُن سے شدید محبت تھی ...... 35 سال پر محیط محبت اور یہ گھر ہاتھ سے جانے کا دُکھ نہیں تھا یہ صوفی صاحب کے دل میں کسی اور کے آ جانے کا دُکھ تھا جو انہیں چھکوں پھکوں رُلا رہا تھا۔

اگلے دن کا آغاز بے حد خاموشی سے ہوا تھا۔ صوفی صاحب کو ہمیشہ کی طرح دلشاد بیگم نے ہی ناشتہ تیار کر کے دیا۔ صوفی صاحب دلشاد کی سُرخ سوجی ہوئی آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے اکیلے ناشتہ کرتے رہے۔ پھر ناشتہ ختم کرنے کے بعد انہوں نے اُٹھ کر جاتے ہوئے واحد جملہ کہا۔

"حُسن آراء کو ناشتے کے بارے میں پوچھ لینا ...... نئی آئی ہے ...... ابھی اُسے جھجک ہو گی۔" دلشاد کو لگا جیسے وہ اُسے ایک بار پھر کوڑا مار کر گئے تھے' وہ اُن کے سامنے بھوکی بیٹھی رہی تھی۔ انہوں نے ایک بار بھی اُس سے ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا اور اُس نئی نویلی دُلہن کا اُن کو اتنا خیال تھا کہ جاتے ہوئے بھی اُسی کے بارے میں تاکید کر رہے ہے۔

اُس کا دل چاہا کہ وہ اُنہیں کہے کہ وہ ناشتے کی بجائے اُسے زہر دینے میں زیادہ دلچسپی رکھتی تھی۔

اُسے ناشتہ یا زہر دونوں میں سے کچھ بھی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حُسن آراء دن ڈھلے سو کر اُٹھی تھی اور جس وقت وہ منہ دھونے کے لئے صحن میں آئی اُس وقت دلشاد کے پاس محلے کی ایک عورت آ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ دلشاد حتی المقدور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اندرونی کیفیات کو اُس عورت سے چھپا رہی تھی۔ اُسے توقع بھی نہیں تھی کہ حُسن آراء یوں اچانک باہر چلی آئے گی۔

حُسن آراء گلے میں دوپٹہ لٹکائے اسی طرح مسلے ہوئے کپڑوں میں جمائیاں لیتی ہوئی باہر نکل آئی۔ وہ دلشاد اور صحن میں بیٹھی دوسری عورت کو دیکھ کر چونکی تھی اور خود وہ عورت بھی اُسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔

"آداب۔ حُسن آراء نے سیدھا حمام کی طرف جانے کے بجائے پہلے آ کر

مسکراتے ہوئے دلشاد اور اُس عورت کو آداب کیا پھر وہ حمام کی طرف چلی گئی''۔

''ارے یہ کون ہے؟ اس عورت نے تجسس آمیز انداز میں کہا'

دلشاد نے حمام کی ٹونٹی کھولتی ہوئی حُسن آراء کو دیکھا اور ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا''۔

''صوفی صاحب کی دوسری بیوی''

وہ عورت بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''ارے مذاق مت کر دلشاد...... سچ سچ بتا کون ہے یہ؟''

''میں مذاق نہیں کر رہی...... صوفی صاحب کل رات ہی نکاح کر کے لائے ہیں اسے''۔

وہ عورت بے یقینی سے اُسے اور پھر دور منہ دھوتی حُسن آراء کو دیکھتی رہی۔

''تو سچ کہہ رہی ہے دلشاد؟ اُسے جیسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا''۔

''ہاں''

''دلشاد نے رنجیدگی سے کہا' اُسے پتہ تھا...... اب چند منٹوں میں پورے محلے کی عورتیں ایک ایک کر کے اُس کے گھر آنے والی تھیں''۔

''میرے خدا...... یہ صوفی صاحب نے کیا کیا؟...... اس عمر میں اتنی کم عمر لڑکی سے شادی کر لی''۔

''چھوڑو خالہ...... اگر لڑکی کو ہی عمر کی پرواہ نہیں تو مرد کاہے کو سوچے گا''۔

''اور ذرا اس لڑکی کے طور طریقے تو دیکھو...... دوپہر ہونے کو ہے اور اب سو کر اٹھی ہے...... نہ سر پہ دوپٹہ...... سر جھاڑ منہ پھاڑ آ کر آداب کرنے لگی''۔

خالہ اب حُسن آراء کو دیکھتے ہوئے منہ بھر بھر کر اُس کی برائیاں کرنے لگیں مگر ساتھ ساتھ اُن کی نظریں حُسن آراء کے چہرے سے ہٹ بھی نہیں رہی تھیں۔

''صوفی صاحب کی دوسری بیوی ہے خوبصورت''...... اُس نے دل میں سوچا تھا۔

''آپ نے ابا سے پوچھا کہ اس طرح دوسری بیوی کی کیا ضرورت آن پڑی تھی اُنہیں؟''

دلشاد باورچی خانے میں کھانا بنا رہی تھیں جب خسنہ ایک بار پھر اُن کے پاس چلی آئی تھی۔

''مردوں سے ایسی باتیں نہیں پوچھی جاتیں''۔

''کیوں نہیں پوچھی جاتیں؟''

خسنہ کا انداز بے حد عجیب تھا۔

''یہ خاندانی عورتوں کا طریقہ نہیں ہوتا''۔

''چاہے خاندانی مرد جو ''مرضی'' کرتے رہیں''۔

''تمہارے ابا نے ''جو مرضی'' نہیں کیا شادی کی ہے...... اللہ نے اجازت دی ہے اُنہیں' پھر میں اور تم روکنے والے کون ہوتے ہیں اُنہیں''۔ دلشاد نے بے حد سرد انداز میں اُسے سمجھایا۔

''آپ کے دل کو کچھ نہیں ہوتا اماں جب آپ اُنہیں اور ابا کو ساتھ دیکھتی ہیں۔ خسنہ نے جیسے گلہ کیا''۔ ''سبزی بناؤ...... کھانے میں دیر ہو رہی ہے''۔

دلشاد نے تیزی سے موضوع بدلا۔

وہ خسنہ سے کیا کہتی کہ دل کو جو کچھ ہو رہا تھا اُسے خسنہ نہیں سمجھ سکتی تھی...... صرف دلشاد بیگم کی ریاست نہیں چھنی تھی بلکہ اُن کے دل کا خون کر دیا تھا۔ صوفی صاحب نے...... اعتماد' اعتبار' بھرم' لحاظ...... سب کچھ ختم ہو گیا تھا ایک ہی رات میں......

صوفی صاحب ''ایسے ویسے'' مرد ہوتے تو دلشاد کو اتنی شکایت ہوتی نہ ایسا دھچکہ پہنچتا...... سارا مسئلہ تو یہ تھا کہ صوفی صاحب ''ایسے ویسے'' آدمی نہیں تھے...... اور مسئلہ یہ

بھی تھا کہ دلشاد کو اندھا اعتماد تھا اپنے شوہر پر...... اور مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ 24 گھنٹے اُٹھتے بیٹھتے ہر آئے گئے کے آگے صوفی صاحب کی شرافت کا کلمہ پڑھتی تھیں...... اور اب ایک ''دوسری بیوی'' کے آ جانے سے یک دم دلشاد کو لگا تھا جیسے 35 سال صوفی صاحب بس شرافت کا لبادہ اوڑھ کر اُن کو دھوکہ دیتے رہے...... ورنہ پتہ نہیں وہ گھر سے باہر کیا کیا کرتے رہے تھے...... پتہ نہیں ان کے علاوہ کتنی عورتیں اُن کی زندگی میں آتی جاتی رہی تھیں...... اور پتہ نہیں حُسن آرا اُن کی زندگی میں ''کب'' سے تھی؛ جسے ایک دن یوں دھڑلے سے وہ اپنے گھر میں لے آئے۔

''کوئی بھدی' بوڑھی' کم صورت' بداخلاق عورت صوفی صاحب کی دوسری بیوی بن کر آتی تو دلشاد کو اتنا ملال اور قلق نہ ہوتا۔ پر حُسن آراء جیسی حسین اور کم عمر لڑکی کو جب وہ صوفی صاحب کے ساتھ دیکھتی تو جیسے اُس کے دل پر برچھیاں چلنے لگتیں......

حُسن آراء کے سامنے صوفی صاحب کو اب دلشاد کہاں نظر آنے والی تھی۔ حُسن آرا کے سامنے کسی بھی مرد کو اپنی عمر رسیدہ' پرانی بیوی کہاں نظر آتی ہے' چاہے وہ کتنے بھی اونچے اور اچھے خاندان کی ہوتی...... دلشاد کو ''حال'' نہیں رُلاتا تھا ''مستقبل'' رُلا رہا تھا...... آنے والے دن اس گھر میں صرف حُسن آراء کے دن ہونے والے تھے...... اور انہیں اسی کا خوف تھا۔

دن آہستہ آہستہ گزرنے لگے تھے۔ شروع شروع میں محلے اور خاندان کے کئی لوگ اُن سے افسوس کے لئے آئے۔ پھر آہستہ آہستہ سب کی تعداد کم ہونے لگی۔ حُسن آراء کو جیسے سب نے قبول کر لیا تھا...... سوائے دلشاد کے......

اب صبح سویرے حُسن آراء صوفی صاحب کو کام پر جانے کے لئے دروازے تک چھوڑنے آتی اور شام کو جیسے ہی اُن کے آنے کا وقت ہوتا وہ بج سنور کر صحن میں منڈلانے لگتی۔ اُس کا سنگھار اور خوبصورتی دلشاد کو بُری طرح چبھتی تھی...... کچھ بھی کر لیتی وہ نہ تو اپنی جوانی واپس لا سکتی تھیں نہ خوبصورتی میں حُسن آراء کے مقابل آ سکتی تھیں۔

صوفی صاحب کی جگہ کوئی بھی مرد ہوتا تو وہ اسی طرح حُسن آرا کے دام

التفات کا شکار ہوتا جس طرح صوفی صاحب ہوئے تھے۔

دلشاد اور صوفی صاحب کے درمیان پہلے کی طرح اب بات چیت نہیں ہوتی تھی۔ اگر کوئی بات ہوتی بھی تو گویا خُسنہ کے بارے میں۔

فرق صوفی صاحب میں نہیں آیا تھا' دلشاد کی سوچ میں آ گیا تھا۔ وہ صوفی صاحب کی ہر بات کا غلط مطلب نکالتی تھی۔ ہر بات پر شک کرتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُن سے اُلجھ پڑتی تھی...... آخر اب اُسے ایک سلیقہ مند' وفا شعار' اطاعت گزار بیوی بن کر کیا لینا تھا۔ جس خدشے نے اُس سے یہ سب کچھ کروایا تھا۔ وہ خدشہ تو اُس کے گھر میں آ کر براجمان ہو گیا تھا۔ پھر اب بھلا اُس کا اور کیا جاتا تھا۔

چند دن اور گزرنے پر دلشاد کو حُسن آراء کے انداز و اطوار بے حد کھلنے لگے۔ وہ گھر میں پازیبیں پہن کر پھرتی۔ موتیے کے گجرے بالوں میں لٹکائے رکھتی...... ہر وقت زیورات پہنے رہتی اور ہر دوسرے چوتھے دن ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائے بیٹھی ہوتی۔

دلشاد شاید ان سب چیزوں کو نظر انداز کرتی رہتی اگر اُسے یہ محسوس نہ ہونے لگتا کہ خستہ...... حُسن آراء میں یک دم بہت زیادہ دلچسپی لینے لگی تھی......

اُس کا حُسن آراء کے لئے پہلے جیسا غصہ اور نفرت باقی نہیں رہی تھی بلکہ حُسن آراء کے ہر انداز کے لئے اُس کے پاس ستائش تھی اور یہ دلشاد کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

''کس بات سے منع کروں اُسے؟''

''صوفی صاحب کو اُس دن اُس کی شکایت نے حیران کر دیا تھا''۔ آپ کو بتایا ہے میں نے۔ دلشاد بے حد مشتعل تھی۔

''اُس سے کہوں کہ وہ سنگھار نہ کرے؟''

''اس گھر میں جوان بیٹی ہے''۔

''تو وہ بھی تو جوان ہے دلشاد''۔

دلشاد کو صوفی صاحب کی بات کانٹے کی طرح لگی۔

''ہم پر بھی جوانی آئی تھی ہم تو کبھی گھر میں اس طرح پازیبیں چھنکاتے نہیں پھرے۔''

''ہر انسان دوسرے سے مختلف ہوتا ہے''۔

''اور جو وہ سنگھار کے سامان پر دھڑا دھڑ آپ کا روپیہ لٹا رہی ہے۔''

''دلشاد کو ایک اور شکایت پیدا ہوئی۔''

''وہ اُس کا جیب خرچ ہے جو چاہے کرے...... میں نے بھی تم سے پوچھا کہ تم اپنے جیب خرچ کا کیا کرتی ہو۔''

''میں اُس کی طرح سنگھار کے سامان پر پیسہ برباد نہیں کرتی''۔

''ابھی نیا نیا شوق ہے۔ بعد میں خود ہی سمجھ جائے گی وہ پھر تمہاری طرح وہ بھی بچت کرنے لگے گی''۔

''دلشاد نے غصّے میں اُن کی بات کاٹی''۔

اس غلط فہمی میں نہ رہے گا۔ ہر عورت دلشاد نہیں ہوتی''۔

''جانتا ہوں دلشاد ایک ہی ہے...... تم سمجھ لو حُسن آراء بھی ایک ہی ہے''۔

صوفی صاحب مزید کچھ سُنے بغیر کمرے سے نکل گئے۔ دلشاد کا خون کھولنے لگا۔ یہ پہلی بار نہیں تھا کہ وہ حُسن آراء کی طرف داری کر رہے تھے وہ ہر بات پر حُسن آراء ہی کی طرف داری کرتے تھے۔ پتہ نہیں اُس نے کیا جادو کر دیا تھا اُن پر۔

''ارے دلشاد یہ میں نے کیا سُنا؟''......

صوفی صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ بوا نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہنا شروع کر دیا۔

''ٹھیک سُنا ہے آپ نے بوا''۔

دلشاد نے اُداسی سے کہا۔

''بیٹھیں کیا کھائیں گی آپ؟''

اُس نے انہیں صحن کے تخت پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''ارے بھاڑ میں جائے کھانا پینا مجھے تو یہ بتاؤ یہ ہوا کیسے؟ ارے میں تو صوفی صاحب کے گُن گاتی تھی''۔ بوا نے تجسس آمیز انداز میں کہا۔

''بس بوا یہ میری قسمت میں تھا''۔

''ہے کون کلموہی؟''

کلموہی تو نہیں ہے بوا...... ہے تو خوبصورت...... خوبصورتی پر ہی تو مرمٹے ہوں گے صوفی صاحب''۔

''ارے یہ عمر تھی اُن کی مرمٹنے کی' ساری عمر انہوں نے آنکھ اُٹھا کر تمہارے علاوہ کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھا اور اب دیکھا بھی تو''......

''چھوڑو بوا...... بات پرانی ہو گئی''۔ دلشاد نے اُداسی سے بات کاٹی

''ارے ہے کون؟...... خاندان کیا ہے؟''

''نام حُسن آراء ہے...... خاندان صوفی صاحب جانتے ہوں گے یا وہ خود جانتی ہوگی''۔

''کیوں تمہیں نہیں بتایا صوفی صاحب نے؟''

''نہیں''۔

دلشاد نے مختصر جواب دیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی حُسن آرا اندرونی دروازہ کھول کر باہر آ گئی تھی۔

بوا نے بے حد دلچسپی اور تجسس کے ساتھ اُس کا سر سے پاؤں تک تنقیدی جائزہ لیا۔ حُسن آرا ہمیشہ کی طرح پاس آئی۔

اُس نے آداب کیا اور پھر صحن میں لگے موتیے کے پودوں کی طرف چلی گئی۔

بوا نے اُس کے ہاتھوں پیروں میں لگی مہندی' اُس کی پازیبوں اور اُس کے انداز و اطوار کو غور سے دیکھا پھر پان پر کتھا لگاتی ہوئی دلشاد سے آہستہ آواز میں کہا۔

''خاندانی تو نہیں لگتی مجھے''۔

دلشاد نے چونک کر بوا کو دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''اب اگر میں صوفی صاحب کی شرافت کو نہ جانتی ہوتی تو شاید...... پر چلو چھوڑو...... ایسی باتیں میں کیوں کروں تم سے؟''

بوا نے بڑے معنی خیز انداز میں موتیے کے پھول اپنے آنچل میں اکٹھے کرتے ہوئی حُسن آرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کھل کر بات کرو بوا...... کیا کہنا چاہتی ہو؟''

دلشاد نے یک دم پریشان ہو کر کہا۔

''یہ بات ہے تو سُنو...... مجھے تو صوفی صاحب کی دوسری بیوی طوائف لگتی ہے''۔

کسی نے دلشاد کے سر پر جیسے کوئی گُرز دے مارا تھا۔ ''اُس نے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا''۔

''ہائے...... ہائے بوا...... کیا کہہ رہی ہو؟''

''ارے میں کیا کہہ رہی ہوں...... تم خود پوچھ لینا اُس سے''۔

بوا نے یقین سے کہا۔

اور دلشاد نے دیر نہیں لگائی۔ بوا کے جاتے ہی وہ حُسن آراء کے کمرے میں چلی آئی۔

وہ موتیے کے پھولوں کا ہار بناتے ہوئے گنگنانے میں مصروف تھی۔

''گانا کہاں سے سیکھا تم نے؟'' دلشاد نے بے حد تیکھے انداز میں پوچھا۔

''کہیں سے نہیں...... ویسے ہی گنگنا رہی تھی''۔ حُسن آرا نے قدرے گھبرا کر کہا۔

''شریف گھرانوں کی لڑکیاں اس طرح کے گانے نہیں گنگناتیں...... تمہارے اماں اور باوا نے کبھی تمہیں روکا نہیں گانے سے''۔

''آپا آپ کو بُرا لگا تو میں نہیں گایا کروں گی''۔ حُسن آرا نے بے حد متانت سے کہا۔

''کہاں سے آئی ہو تم؟''

''ملتان سے''۔ حُسن آراء نے بے ساختہ کہا۔

''میں خاندان کا پوچھ رہی ہوں''۔ دلشاد نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''خاندان''،

حُسن آراء بڑبڑائی یوں جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

''باوا کا کیا نام ہے تمہارا؟ دلشاد نے بغیر رُکے اگلا سوال کیا''۔

''وہ مر گئے''۔ حُسن آراء نے بے ساختہ کہا۔

''مر گئے مگر کوئی نام تو ہوگا''۔

''ہاں...... ہاں...... نام......'' حُسن آراء بُری طرح ہکلانے لگی۔

''یہ کون سی پہیلی پوچھ لی میں نے کہ تمہیں جواب ہی نہیں آ رہا''۔

''آفتاب...... آفتاب علی'' حُسن آراء نے بالآخر کہا۔

''کیا کرتے تھے؟'' ''میں نے بتایا وہ مر گئے''۔

''سن لیا میں نے...... لیکن مرنے سے پہلے کچھ تو کرتے ہوں گے۔'' دلشاد نے ناراضی سے کہا

''میرے بچپن میں ہی مر گئے''۔

''حُسن آراء ایک بار پھر ہکلائی''۔

''گھر کہاں ہے تمہارا؟''

''گھر......؟''

حُسن آراء جیسے مشکل میں پھنس گئی تھی۔

''بہن بھائی کتنے ہیں؟''

''میں اکلوتی ہوں''۔

''ماں بھی نہیں ہے کیا؟''

''نہیں''

''دلشاد کا غصہ اُس کے ہر جواب سے بڑھتا جا رہا تھا' بوا کا اندازہ بالکل ٹھیک لگ رہا تھا۔

''ماں نہیں باپ نہیں...... بہن بھائی نہیں گھر نہیں تو کیا صوفی صاحب کو مسجد میں ملی تھی؟''

دلشاد نے بے حد طنزیہ انداز میں کہا۔

حُسن آراء جواب دیے بغیر ٹکر ٹکر دلشاد کا چہرہ دیکھتی رہی۔

دلشاد شعلہ جوالا بنی حُسن آراء کے کمرے سے نکلی تھی اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سیدھی صوفی صاحب کے پاس منڈی پہنچ جائے۔

حُسنہ نے ماں کو بے حد غصّے میں صحن میں ٹہلتے دیکھا۔ اُسے حیرت ہوئی آخر آج ایسا کیا ہوا تھا کہ دلشاد کو اتنا غصہ کیوں آیا ہے؟

''کیا ہوا اماں اتنے غصّے میں کیوں ہیں؟''

اُس نے دلشاد کے پاس آ کر پوچھا

''غصّے میں؟...... میرا تو دل چاہ رہا ہے میں زہر کھا کر مر جاؤں''۔

''خدانخواستہ......'' حُسنہ ہول گئی۔

''آخر ہوا کیا ہے؟''

''تجھے پتہ ہے حُسن آراء کون ہے؟''

''ابا کی دوسری بیوی ہے اور کون ہے''۔

''طوائف ہے''۔

''دلشاد نے اُس کی بات کاٹ کر کہا''۔

''کیا؟''

حُسنہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ساری دنیا کی عورتیں چھوڑ کر تیرے ابا کو ایک طوائف ہی ملی تھی اس گھر میں لا بٹھانے کو''۔

''آپ کو کس نے بتایا اماں؟'' حُسنہ کو ابھی بھی یقین نہیں آیا۔

''اُس کم بخت نے خود بتایا ہے''......

''ارے نہ بھی بتاتی تو بھی مجھے پتہ چل ہی جاتا...... خاندانی عورتوں اور ایسی

عورتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے''۔

دلشاد نے دانت پیس کر کہا۔

''پر اماں اب تو آ گئی یہاں اب کیا ہو سکتا ہے...... ابا بیاہ کر لائے ہیں اُسے''۔

حُسنہ نے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

''ساری عمر میں لوگوں کے سامنے تمہارے ابا کی شرافت کی قسمیں کھاتی رہی...... ارے مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ طوائفوں کے کوٹھے پر جاتے ہیں''۔

دلشاد آگ بگولہ ہو رہی تھی۔

''اور خبردار تم اُس کے قریب بھی پھٹکی تو''۔

''میں کہاں اُس کے پاس جاتی ہوں اماں''۔ حُسنہ نے احتجاج کیا۔

''جھوٹ مت بولو...... میں نے کئی بار دیکھا ہے تمہاری نظریں ہر وقت اُس پر لگی رہتی ہیں''۔

''وہ خوبصورت ہی اتنی ہے کہ اماں......''

دلشاد نے اُس کی بات کاٹ کر اُسے جھڑکا۔ ''اب تو ماں کے سامنے اُس کے حُسن کے قصیدے پڑھے گی۔ غضب خدا کا جمعہ جمعہ چار دن ہوئے اُس طوائف کو اس گھر میں آئے اور تمہارے رنگ ڈھنگ بدلنے لگے''۔

دلشاد اب حُسنہ کو رگیدنے لگی۔

حُسنہ نے بہتر سمجھا کہ وہ اس وقت دلشاد کے سامنے سے ہٹ جائے۔

"کیا ہوا دلشاد؟"

صوفی صاحب کو کمرے میں آتے ہی دلشاد کا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔

"میں کہتی ہوں صوفی صاحب آخر مجھ سے کون سی غلطی کون سا گناہ ہو گیا تھا کہ آپ نے حُسن آراء کو اس گھر میں لا بٹھایا؟"

"کیوں کیا ہو گیا؟...... حُسن آراء سے کوئی جھگڑا ہو گیا؟"

"میں خاندانی عورت ہوں اور خاندانی عورتیں طوائفوں کے ساتھ منہ ماری نہیں کرتیں"۔

اس کے جملے پر صوفی صاحب ایک لمحے کے لئے جیسے سناٹے میں آ گئے۔

"طوائف کسے کہہ رہی ہو تم؟"

"اچھی طرح جانتے ہیں آپ کہ اس گھر میں طوائف کون ہے...... ارے صوفی صاحب ہمارے خاندانوں میں شادی پر مجرے کرنے کے لئے طوائفیں بلائی جاتی ہیں...... کوئی انہیں خاندانی بیویوں کے برابر نہیں لا بٹھاتا۔"

صوفی صاحب نے دلشاد کو مزید بات کرنے نہیں دی۔

"اب تمہیں پتہ چل گیا ہے تو اس راز کو یہیں دفن کر دو...... حُسن آراء طوائف تھی یا جو بھی تھی...... میں نکاح کر کے اُسے اپنی عزت بنا کر اس گھر میں لایا ہوں اور میں دوبارہ اُس کے لئے طوائف کا لفظ برداشت نہیں کروں گا"۔

دلشاد نے اس سے پہلے صوفی صاحب کو کبھی اتنے غصّے میں نہیں دیکھا تھا۔ گر زندگی میں اس سے پہلے اُس نے صوفی صاحب کو اور بھی بہت کچھ کرتے نہیں دیکھا تھا۔

اس انکشاف کے بعد دلشاد کا حُسن آراء کے ساتھ رویہ بے حد ہتک آمیز ہو

گیا تھا۔ وہ کھانے پکانے میں پہلے جس طرح اُس کی مدد قبول کر لیتی تھی اب یک دم اس نے حُسن آراء کو گھر کے معاملات سے الگ کر دیا تھا۔

اُس دن وہ کپڑے دھو رہی تھی جب حُسن آراء نے اُس کے پاس آ کر کہا۔

"لائیں آپا میں دھو دیتی ہوں"۔

"تم کام کاج کی فکر مت کرو تمہیں گھر چلانے کے لئے نہیں لائے صوفی صاحب"۔

دلشاد نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

"آپا پہلے بھی تو میں ہی دھوتی تھی"۔

حُسن آرا نے اُس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے یہ تھوڑی پتہ تھا کہ تم کہاں سے آئی ہو"۔

"میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں طوائف کہاں بنتی...... میرے ساتھ نکاح کیا ہے صوفی صاحب نے...... کچھ نہ کچھ تو دیکھا ہی ہو گا انہوں نے مجھ میں"۔

"طوائفوں میں کیا دیکھ کر مرد انہیں بیویاں بنا کر لے آتے ہیں یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں"۔

"میں خاندانی عورت نہ سہی پر بننے کی کوشش تو کر سکتی ہوں"۔

"اگر خاندانی بننا اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر دوسری طوائف خاندانی بن کر بیٹھی ہوتی...... ارے بی بی خاندانی عورت مر بھی جائے تو طوائف نہیں بنے گی اور طوائف مر بھی جائے تو بھی خاندانی کبھی نہیں کہلائے گی"۔

حُسن آراء کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا مزید ایک لفظ کہے بغیر وہ اُٹھ کر چلی گئی۔

دلشاد نے حُسن آراء کو یک دم جیسے چھوت کی بیماری بنا دیا تھا۔ وہ پہلے بھی خستہ کو اُس کے پاس جانے سے روکتی تھی لیکن اب تو وہ خستہ پر کڑی نظر رکھتی تھی کہ وہ کہیں بھولے سے بھی حُسن آراء کے پاس نہ جائے۔

اس کے باوجود اُسے محسوس ہوتا کہ خستہ اکثر اوقات حُسن آراء کے آس پاس

منڈلاتی نظر آتی۔ دلشاد کو بے حد طیش آتا۔ آخر وہ پہلے کی طرح حُسن آراء سے نفرت کا اظہار کیوں نہیں کرتی تھی۔ اُسے ناپسند کیوں نہیں کرتی تھی ...... اس عمر میں باپ کی نئی نویلی دوسری بیوی میں آخر حسنہ کو کیا نظر آنے لگا تھا کہ وہ اُس کے پاس سے ہٹتی ہی نہیں تھی اور دلشاد کو یہ خوف تھا کہ ایک طوائف اُس کی خاندانی بیٹی کو کچھ ایسا ویسا نہ سکھا دے کہ اُن کی سالوں کی خاندانی تربیت کا اثر مٹی میں مل جائے۔

حسنہ کی شادی کی فکر انہیں پہلے بھی تھی مگر اب یک دم اس میں اضافہ ہو گیا۔ بوا کے چکر بھی اُن دنوں اُن کے گھر کچھ کم ہو گئے تھے اور خود حسنہ بھی یک دم بے حد اُداس اور پریشان رہنے لگی تھی۔ اُسے گم صم بیٹھا دیکھ کر دلشاد کا دل کٹتا تھا۔ وہ ماں تھیں جانتی تھیں حسنہ کو کیا غم کھائے جا رہا تھا مگر اُن کے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔

اُس دن دلشاد پودوں کو پانی دے رہی تھیں جب انہوں نے حُسن آراء کو سولہ سنگھار کیے بے حد ناز و ادا سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چھت پر جاتے دیکھا۔ وہ یک دم چونک گئیں۔ سر اُٹھا کر انہوں نے اوپر چھت کی طرف دیکھا اور جیسے اُن کو کرنٹ لگ گیا۔ برابر والی چھت پر ہمسائے کا لڑکا اکبر اپنے کبوتروں کو اُڑانے میں مصروف تھا۔

دلشاد پودوں کو پانی دینا بھول گئیں۔ حُسن آراء اب چھت پر پہنچ چکی تھی دلشاد کو اور کچھ نہ سوجھا تو وہ یک دم دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھ کر خود بھی اوپر پہنچ گئیں مگر سیدھا چھت پر جانے کی بجائے وہ آخری سیڑھی پر ہی رک گئیں۔

حُسن آراء چھت پر بڑے ناز و ادا سے ٹہلتے ہوئے اکبر کی طرف دیکھ کر مسکراتی رہی۔

اکبر نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا اور اُس کی نظر جیسے حُسن آراء سے چپک کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ حُسن آراء کو دیکھتا رہا۔

پھر دونوں کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ اکبر اتنی حوصلہ افزائی پا کر یک دم منڈیر کے قریب آ گیا۔

''السلام علیکم''۔

اُس نے بڑے عاشقانہ انداز میں حُسن آراء کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام''۔ حُسن آراء نے بھی اُسی ناز سے جواب دیا۔

''آپ کا نام جان سکتا ہوں؟''

''حُسن آراء''۔

''بے شک یہی نام ہونا چاہیے آپ کا''۔

اکبر نے بے ساختہ کہا۔

''اچھا...... اور آپ کا نام کیا ہے؟''

حُسن آراء نے بے ساختہ ہنس کر کہا۔

''اکبر''۔

''اکبر بادشاہ''۔

حُسن آراء نے جیسے اُسے چھیڑا۔

''آپ نے بادشاہ کہہ دیا تو سمجھیں میں بادشاہ ہو گیا''۔

اکبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور میں فقیر کہہ دیتی تو؟''

حُسن آراء نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''تو فقیر ہو جاتا''۔

اکبر نے بے ساختہ انداز میں کہا۔

''آپ کو پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا حسنہ کی رشتہ دار ہیں کیا؟''

''ہاں بہت قریبی''۔

''اچھا...... کیا ہیں آپ؟''

''ماں''۔

''اکبر نے بے اختیار پان کی پیک تھوکی اور قدرے گھبرا کر کہا۔ ''صوفی صاحب کی دوسری بیوی؟''

"ہاں"۔

"صوفی صاحب بھی بڑے خوش قسمت ہیں اس بڑھاپے میں خزانہ ہاتھ لگ گیا اُن کے"۔

سیڑھیوں میں کھڑی دلشاد کا خون کھولنے لگا حُسن آراء اکبر کی بات پر ہنس رہی تھی۔ دلشاد اس سے زیادہ برداشت نہیں کرسکیں۔ صوفی صاحب کو بانٹ لیا تھا انہوں نے مگر اکبر اُن کی اکلوتی بیٹی کی پسند تھا' وہ جانتی تھیں خستہ اُسے پسند کرتی ہے اور دلشاد حُسن آراء کو اکبر پر کسی قیمت پر بھی ہاتھ صاف نہیں کرنے دے سکتی تھیں۔

"حُسن آراء"۔

وہ یک دم بلند آواز میں پکارتے ہوئے سامنے آگئیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر اکبر کو بھاگنے کا موقع دیا۔

اکبر واقعی اُن کی آواز سن کر گھبرا کر بھاگ گیا تھا۔

گھبرا تو حُسن آراء بھی گئی تھی۔

وہ اکثر ہی چھت پر آتی تھی ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ دلشاد کبھی اُس کے پیچھے آئی ہو اور اب وہ یک دم بگڑے تیوروں کے ساتھ وہاں کھڑی تھیں۔

"کیا کر رہی تھی تم یہاں؟"

دلشاد نے بے حد طیش میں کہا۔

"کچھ نہیں ایسے ہی آپا...... دل گھبرا گیا تھا تو اوپر آگئی"۔ حُسن آراء نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"یہ شریفوں کا گھر ہے...... خاندانی لوگوں کا...... یہاں یہ بازاری طور طریقے نہیں چلیں گے...... ہمارے گھروں کی عورتیں کمروں میں بیٹھتی ہیں...... کھڑکیوں' جھروکوں اور چھتوں پر تکتی مٹکتی نہیں پھرتیں"۔ دلشاد نے تیز آواز میں اُس سے کہا۔

"آپا میں تو صرف چہل قدمی کے لیے......"

دلشاد نے حُسن آراء کو بات مکمل کرنے [illegible]

ہو اس لئے ہر وقت کوٹھے کی طرف بھاگتی ہو۔ مگر پھر بھی شریف گھرانوں کی عورتوں کی طرح رہنے کی کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں"۔

حُسن آراء جواب میں کچھ کہنے کی بجائے یک دم سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے چلی گئی۔

دلشاد غصّے سے پھنکارتی ہوئی اُس کے پیچھے گئیں۔ انہیں یقین تھا حُسن آراء اب دوبارہ چھت پر آنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ مگر اُن کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔

اگلے ایک دو ہفتوں میں انہوں نے کئی بار حُسن آراء کو اُس وقت چھت پر جاتے دیکھا جب اکبر وہاں ہوتا۔ لیکن پہلی بار کی طرح وہ حُسن آراء اور اکبر کو کبھی اکٹھے پکڑ نہیں سکیں۔ کیونکہ حُسن آراء اب بے حد محتاط ہو گئی تھی۔

دلشاد کے اشتعال میں اضافہ ہوتا گیا اور بالآخر انہوں نے صوفی صاحب سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

لیکن صوفی صاحب اُس کی بات سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئے تھے۔ "تم کس عشق کی بات کر رہی ہو؟"

"ساتھ والوں کے اکبر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے وہ...... ماں کا گھر تو اُجاڑ دیا اُس نے' اب وہ بیٹی کا گھر بسنے سے پہلے ہی تباہ کرنے کے درپے ہے۔ طوائف زادی ہے منہ مارنے سے باز تھوڑی آئے گی"۔

"زبان کو لگام دو دلشاد"۔

صوفی صاحب بے حد طیش میں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"میری زبان کو لگام دینے سے بہتر ہے آپ اپنی چہیتی بیوی کے پر کاٹ دیں جو چھت پر سارا دن کبوتری کی طرح غٹرغوں کرتی پھرتی ہے"۔ دلشاد نے ترکی بہ ترکی کہا۔

صوفی صاحب سرخ چہرے کے ساتھ کچھ دیر دلشاد کو دیکھتے رہے پھر یک دم کمرے سے نکل کر حُسن آراء کے پاس چلے آئے۔

''آپ یقین کریں صوفی صاحب آپا کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میرے بارے میں میں چھت پر کبھی کبھار جاتی ضرور ہوں مگر صرف ہوا خوری کے لئے''۔ حُسن آراء نے اُن کے بات کرتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

''مگر وہ کہتی ہے تم ......'' صوفی صاحب اس بار بات کرتے ہوئے بے اختیار جھجکے۔ ''میرا مطلب ہے تم اور ساتھ والوں کا اکبر ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں''۔

حُسن آراء نے بے اختیار اپنے گال پیٹے۔ ''میرے خدا صوفی صاحب ...... میں آپ کی منکوحہ ہوں میں ساتھ والوں کے اکبر کے ساتھ ...... آپا کو کیا ہو گیا ہے ...... میں بھلا جانتی نہیں کیا، کہ وہ اکبر کے ساتھ حُسنہ کی بات چلانے کی کوشش کر رہی ہیں ...... میں تو بس اسی لئے اگر وہ کبھی چھت پر نظر آئے تو اُس کا حال احوال پوچھ لیتی ہوں''۔

صوفی صاحب کو یک دم حُسن آراء کی بات پر یقین آ گیا۔

''دلشاد دل کی بُری نہیں ہے بس ذرا جذباتی ہو جاتی ہے' تم پھر بھی احتیاط ہی کیا کرو ...... اور چھت پر زیادہ مت جایا کرو''۔

''جی اچھا میں احتیاط کروں گی''۔ حُسن آراء نے بے حد فرمانبرداری سے کہا۔

صوفی صاحب مطمئن ہو کر کمرے سے چلے گئے۔

دلشاد اور صوفی صاحب کو واقعی دوبارہ کبھی شکایت کا موقع نہیں ملا۔ اور پورے دو ہفتے کے بعد ایک دن بوا بے حد خوشی کے عالم میں ہانپتی کانپتی دلشاد کے گھر آئی۔

''ارے میرا منہ میٹھا کرواؤ دلشاد''

بوا نے آتے ہی دلشاد سے کہا۔

''کیا ہوا بوا؟ ...... کس بات کی مٹھائی؟''

دلشاد نے قدرے حیرانی سے بوا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بوا کی محنت رنگ لے آئی ہے دلشاد ......

اکبر میاں کی ماں نے آج مجھے بلوا کر کہا کہ وہ کل حُسنہ کا ہاتھ مانگنے یہاں آنا چاہتی ہیں''۔

دلشاد کو ایک لمحے کے لئے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ ''کیا کہہ رہی ہو بوا؟''

اس سے پہلے کہ بوا کچھ کہتی حُسن آراء بڑے انداز سے پان چباتے اندر کمرے سے نکل آئی' اُس کو دیکھتے ہی دلشاد نے خوشی سے جیسے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے بوا ذرا اونچی آواز میں یہ خوشی کی خبر سناؤ کہ اکبر کی ماں حُسنہ کا رشتہ مانگنے یہاں آ رہی ہے''۔

حُسن آراء ان دونوں کی طرف آتے ہوئے چونکی' ٹھٹھکی اور مسکرائی۔

''مبارک ہو آپا''۔ اُس نے دلشاد سے کہا جس نے اُس کی مبارکباد کو نظر انداز کرتے ہوئے حُسنہ کو آواز لگائی۔

''ارے حُسنہ اندر سے جلیبیاں لاؤ بوا کا منہ میٹھا کروانا ہے ......''

حُسنہ چند لمحوں میں جلیبیوں کی پلیٹ کے ساتھ باہر تھی۔ یوں جیسے اُس نے پہلے ہی اندر بوا اور دلشاد کی ساری باتیں سن لی ہوں' اُس کا چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔

باہر نکلتے ہوئے حُسن آراء سے اُس کی نظریں ملیں' دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔

اور دلشاد نے بے حد ناگواری کے ساتھ اس مسکراہٹ کو دیکھا۔

"دیکھا تم خوامخواہ شک کر رہی تھی حُسن آراء پر ایسی کوئی بات ہوتی تو اکبر حُسنہ کے لئے کہاں رشتہ بھجواتا"۔

صوفی صاحب کے شام کو گھر آنے پر دلشاد نے اُنہیں یہ خبر سنائی تھی اور انہوں نے دلشاد کو مبارکباد دینے کے ساتھ ہی یہ بات کہی۔

دلشاد کو بہت بُرا لگا۔ "آپ کو ابھی بھی حُسن آراء کی صفائیاں دینے کی پڑی ہے......"

"ارے یہ میری دعائیں ہیں جو رنگ لائی ہیں"۔ دلشاد نے بڑے جوش سے کہا۔ "پھر بھی تم اُس سے معافی مانگ لینا تمہاری باتوں کی وجہ سے میں......"

دلشاد نے صوفی صاحب کی بات تیزی سے کاٹ دی۔

"ارے اب میں اس عمر میں آپ کی اس چہیتی بیوی کے سامنے جا کر ہاتھ نہیں جوڑ سکتی......"

"آپ اُسے منع نہ کرتے تو وہی ہوتا جس کا مجھے خدشہ تھا"۔

دلشاد بے حد غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

اکبر کی ماں نے اگلے دن آ کر نہ صرف حُسنہ کا رشتہ مانگا تھا بلکہ ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی......

اُسے حج پر جانا تھا اور وہ جانے سے پہلے پہلے بیٹے کی شادی کر دینا چاہتی تھیں۔

جس کا مطلب تھا کہ دلشاد کو چند ہفتوں کے اندر اندر حُسنہ کو بیاہ دینا تھا۔

حُسنہ کی شادی جس مشکل سے ہو رہی تھی چند ہفتوں کی بجائے دلشاد کو اگر چند دنوں کے اندر بھی اُسے بیاہنا پڑتا تو وہ اُسے بیاہ دیتی۔

بڑی دھوم دھام سے حُسنہ کی شادی اکبر کے ساتھ دو ہفتے کے بعد ہو گئی۔

شادی کی تیاریوں میں حُسن آراء نے بھی جی جان سے ساتھ دیا تھا۔ دلشاد کو اُس کے انداز سے کہیں یہ نہیں لگا کہ وہ اس شادی سے ناخوش ہے۔ لیکن اس کے باوجود دلشاد کو اُس پر ایک عجیب سا شک تھا۔ وجہ کیا تھی اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

شادی کی ہر رسم میں حُسن آراء آگے آگے رہی تھی اور دلشاد کو اُس کے اکبر کے یوں پاس ہونے پر یک دم اُلجھن اور گھبراہٹ ہونا شروع ہو جاتی۔ اُن دونوں کی نظروں کے تبادلے میں کچھ ایسا تھا جو دلشاد کو ٹھیک نہیں لگتا تھا۔

شادی کے بعد حُسنہ اکبر کے ساتھ دلشاد کو بے حد خوش اور مگن نظر آتی تھی، مگر اس کے باوجود دلشاد کو تسلی نہیں ہوئی۔ اُس نے ایک بار حُسنہ سے پوچھ ہی لیا۔

"اماں میں بہت خوش ہوں اُن کے ساتھ۔"

"حُسنہ نے شرماتے ہوئے کہا"۔

"اور وہ؟"

"دلشاد نے جیسے بال کی کھال اُتاری۔ وہ بھی ...... آخر وہ کیوں خوش نہیں ہوں گے میرے ساتھ؟"

حُسنہ نے قدرے چونک کر ماں کو دیکھا۔

دلشاد نے اس موقع پر نصیحت کرنا ضروری سمجھا۔

"دیکھو حُسنہ اپنے میاں پر نظر رکھنا...... مجھے اچھا نہیں لگتا جب وہ حُسن آراء کو گھورتا ہے۔"

"اماں وہم ہے آپ کو...... انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ شادی اُن کی پسند سے ہو رہی ہے"۔

حُسنہ بات کرتے ہوئے ایک بار پھر شرمائی۔

"جانتی ہوں پسند سے ہی ہوئی ہوگی، ہر مرد خاندانی عورت کو ہی بیوی بنانا چاہتا ہے"۔

دلشاد نے فخریہ انداز میں کہا۔

"مگر یہ طوائفیں تم ان کے مکروفریب اور چلتر نہیں جانتیں"۔

"پر اماں وہ ابا کی بیوی ہے اب"۔

حُسنہ نے اُس کی حمایت کی۔

اب ......مگر کب تک ...... جو پھَن اُس کے ہیں وہ بہت جلد اڑن چھو ہو جائے گی یہاں سے......

بس اپنے میاں پر نظر رکھو تم ...... سمجھی؟"......

"جی اماں"۔

حُسنہ نے مزید کچھ نہیں کہا۔

دلشاد کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اکبر اور حُسن آراء واقعی ایک دوسرے سے حد سے زیادہ بے تکلف تھے۔

اکبر شادی کے بعد اب صوفی صاحب کے گھر تقریباً روز آنے لگا تھا اور حُسن آراء بڑی گرم جوشی سے اُس کا استقبال کرتی

اور دلشاد سلگتی رہتی۔

وہ دونوں زیادہ تر وقت اکٹھے ہی بیٹھے رہتے اور اکبر زیادہ تر صوفی صاحب کی عدم موجودگی میں ہی آتا۔

دلشاد کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اُسے گھر آنے سے کیسے روکے' آخر وہ اب اُن کا داماد تھا۔ وہ اُسے گھر آنے سے منع کر سکتی تھیں نہ حُسن آراء کے پاس بیٹھنے سے......
لیکن حُسن آراء کو منع کیا جا سکتا تھا اور یہ کام انہوں نے ایک دن اکبر کے جانے کے فوراً بعد کیا۔

"دیکھو حُسن آراء اکبر داماد ہے صوفی صاحب کا"۔

حُسن آراء اُن کا منہ دیکھنے لگی۔

"اور تم بھی اُسے "داماد" ہی سمجھو"۔

دلشاد نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"میں داماد ہی سمجھتی ہوں اُسے آپا"۔

حُسن آراء نے قدرے دھیمے انداز میں کہا۔

"داماد سمجھتی ہو تو پھر اُس کے آس پاس اتنا منڈلانے کی ضرورت نہیں ہے خبردار آئندہ اکبر کے پاس بیٹھ کر گپیں ہانکنے کی کوشش کی تو"۔

حُسن آراء کچھ بھی کہنے کی بجائے صحن سے اندر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ مگر اُس کی خاموشی نے دلشاد کو مطمئن نہیں کیا۔

اکبر دو دن کے بعد پھر آیا تھا اور حُسن آراء ایک بار پھر پہلے کی طرح اُس کے پاس بیٹھی رہی دلشاد کا خون کھولتا رہا۔

حُسن آراء واقعی ڈھیٹ تھی۔ البتہ اس دن اُس نے پہلے کی طرح اکبر کی خاطر مدارت نہیں کی۔

اکبر کے لئے شربت بنانے بھی دلشاد کو ہی جانا پڑا اور یہ دلشاد کے لئے زیادہ پریشانی کی بات تھی' وہ اُن کے پاس بیٹھی رہتی تو کم از کم اُن دونوں پر نظر تو رکھ سکتی تھیں۔

شربت بناتے ہوئے بھی اُن کا سارا دھیان صحن سے آنے والے قہقہوں کی طرف ہی رہا۔ انہوں نے بالآخر باورچی خانے کی کھڑکی کی درز سے باہر جھانکا۔

اکبر حُسن آراء کو کچھ دے رہا تھا جسے حُسن آراء دوپٹے میں باندھ رہی تھی۔

دلشاد کے جیسے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تو اب نوبت تحفے تحائف تک آن پہنچی تھی۔

وہ شربت لے کر باہر چلی آئیں۔ اکبر اور حُسن آراء اب بے حد سنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دلشاد کا دل چاہا۔ حُسن آراء کا گلا گھونٹ دے۔

اکبر کے گھر سے جاتے ہی دلشاد نے آ کر اکھڑ انداز میں حُسن آراء سے کہا۔

"اکبر نے کیا دیا ہے تمہیں؟"

حُسن آرا گھبرا گئی۔ ''مجھے؟......

مجھے تو کچھ بھی نہیں دیا آپا''۔

دلشاد نے مزید کوئی سوال جواب کرنے کی بجائے یک دم حُسن آراء کا دوپٹہ کھینچ لیا۔

حُسن آراء کا رنگ اُڑ گیا۔

دلشاد نے دوپٹے کا بندھا ہوا پلو کھولا اور غصّے سے اُن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ حُسنہ کی شادی کی ایک انگوٹھی تھی۔ داماد اُن کی بیٹی کا زیور لا لا کر سوتیلی ساس کو دے رہا تھا۔

''کچھ نہیں دیا اُس نے تمہیں؟'' دلشاد نے دانت پیستے ہوئے حُسن آراء سے کہا''۔

''اوہ آپا یہ انگوٹھی تو مجھے یہیں سے ملی ہے...... حُسنہ کی ہے یہ......

اُس دن آئی تھی تو حمام کے پاس چھوڑ کر چلی گئی......

میں نے پلو میں باندھ لی کہ اُسے لوٹا دوں گی''۔ حُسن آراء نے بے حد اطمینان سے کہا۔

دلشاد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حُسن آراء کو اُٹھا کر اپنے گھر سے باہر پھینک دے۔

''اچھا...... کل آئے گی حُسنہ تو پوچھتی ہوں میں اُس سے''۔

دلشاد کو یقین تھا کہ حُسنہ کہہ دے گی کہ اُس کو اس انگوٹھی کا پتہ نہیں ہے۔

لیکن اگلے دن وہ اس وقت ہکا بکا رہ گئی تھی جب اُن کے سارا قصہ سنانے پر حُسنہ نے بے حد اطمینان سے اُنہیں کہا۔

''حُسن آراء سچ کہہ رہی ہے اماں یہ انگوٹھی واقعی میں حمام کے پاس بھول گئی تھی۔

گھر میں ڈھونڈ رہی تھی دو دن سے''۔

''میں نے خود اکبر......''

حُسنہ نے ناراضگی سے ماں کی بات کاٹی

''کیسی باتیں کرتی ہیں اماں......

اتنا شک بھی اچھا نہیں ہوتا......

آخر اکبر کیوں دیں گے یہ انگوٹھی حُسن آراء کو......

اب آپ کہیں ایسی باتیں ابا سے مت کیجیے گا......

''کتنی بے عزتی ہو گی خوامخواہ میں آپ کی''۔

حُسنہ نے جیسے اُسے جتایا تھا کہ صوفی صاحب اُس کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔

دلشاد کی سمجھ میں نہیں آیا وہ حُسنہ سے کیا کہے۔ اُنہیں یقین تھا انہوں نے وہ انگوٹھی اکبر کو حُسن آراء کو دیتے ہوئے دیکھا تھا اور حُسنہ اُنہیں یقین دلا رہی تھی کہ اُن کی آنکھوں کو دھوکا ہوا تھا۔ کیا وہ واقعی سٹھیانے لگی تھیں۔

وہ اُس دن کسی کام سے حُسنہ کے گھر گئی تھیں۔ انہیں حُسنہ کو ساتھ لیکر حکیم کے
پاس جانا تھا۔ حُسنہ ماں بننے والی تھی اور ان دنوں اُس کی طبیعت گری گری رہتی تھی۔ اُس
کی ماں کے گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے آجکل یہ ذمہ داری بھی دلشاد کے سر پر ہی آ گئی
تھی۔

حُسنہ کو اس کے گھر سے ساتھ لیکر نکلتے ہوئے حُسنہ نے انہیں یاد دلایا کہ اُن
کی چادر اُن کے گھر پر رہ گئی تھی۔

دلشاد نے اُس سے کہا کہ وہ اُس چادر کو بعد میں بھجوا دے گی، مگر حُسنہ کا اصرار
تھا کہ وہ اُسی وقت اُس چادر کو لے گی۔

دلشاد اُسے وہیں ٹھہرا کر جلدی سے گھر واپس آئیں اور کچھ حیران رہ گئیں۔
اُن کے گھر کا بیرونی دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ انہیں بے اختیار غصہ آیا۔ "کہہ کر
گئی تھی میں حُسن آراء سے کہ دروازہ اچھی طرح بند کر لے مگر مجال ہے اس کے کانوں پر
جوں بھی رینگے"۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر آئیں اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں۔
پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے یک دم وہ ٹھٹھک گئیں۔ حُسن آراء کے کمرے
سے ہلکے ہلکے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک لمحہ کو انہیں شک ہوا کہ شاید صوفی
صاحب گھر پر آ گئے تھے...... مگر صوفی صاحب اُس وقت گھر پر کیسے ہو سکتے تھے۔
اُس دن محلے کی مسجد کی مرمت کروانے کے لئے سارا دن وہیں رُکنے والے تھے۔

دلشاد تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر حُسن آراء کے کمرے کے دروازے تک
آئیں اور کھلے دروازے کی جھری سے اُس نے اندر جھانکا۔ اُن کے پیروں کے نیچے
سے یک دم جیسے زمین نکل گئی تھی۔

کمرے میں اکبر حُسن آراء کے ساتھ موجود تھا۔ دونوں بے حد قریب قریب

صوفہ پر بیٹھے تھے اور حُسن آراء وقفے وقفے سے اکبر کے کندھے پر سر رکھ رہی تھی۔

ایک لمحے کو دلشاد کا دل چاہا وہ اندر جائے اور حُسن آراء کو بالوں سے پکڑ کر
کھینچتی ہوئی باہر لے آئے مگر دوسرے ہی لمحے ہوش نے جیسے جوش کی جگہ لے لی تھی۔

دبے پاؤں وہاں سے ہٹ کر دلشاد تقریباً بھاگتے ہوئے گھر سے نکلیں اور مسجد
جا پہنچیں۔

آج بالآخر اُس کے پاس حُسن آراء سے جان چھڑانے کا سنہری موقع ہاتھ
آ ہی گیا تھا...... صوفی صاحب کو اُن کی زبان پر یقین نہیں تھا آج وہ انہیں آنکھوں
دیکھی صرف سُنا نہیں دکھا بھی سکتی تھیں۔

صوفی صاحب اس طرح انہیں اچانک مسجد میں دیکھ کر گھبرا گئے تھے اور دلشاد
کے گھر چلنے کے اصرار پر وہ کچھ اور تشویش میں مبتلا ہو گئے۔

مگر دلشاد کے مجبور کرنے پر وہ سوال جواب کرنے کی بجائے اُن کے ساتھ گھر
چل پڑے تھے۔

دلشاد پانچ منٹ کے فاصلہ کو طے کرتے ہوئے دعائیں کرتی رہی تھیں
"کہ اکبر ابھی بھی اُس کے گھر پر ہی ہو اور زندگی میں پہلی بار اُن کی دعائیں
رنگ لائی تھیں۔"

وہ جب صوفی صاحب کو اپنے ساتھ لے کر حُسن آراء کے کمرے میں پہنچیں تو
اکبر اور حُسن آراء وہیں پر اُسی طرح اٹھکیلیاں کرنے میں مصروف تھے۔

دروازہ یک دم کھلنے پر وہ دونوں ہڑبڑا کر اُٹھے تھے۔ قیامت اُن دونوں پر
نہیں ٹوٹی تھی۔ صوفی صاحب کا چہرہ دیکھ کر دلشاد کو لگا جیسے قیامت صوفی صاحب پر ٹوٹ
پڑی ہو۔ اکبر چند لمحے تھر تھر کانپتا رہا پھر سر جھکا کر ایک لفظ کہے بغیر حُسن آراء کے کمرہ
سے چلا گیا۔

"دیکھ لیا آپ نے ...... یہ تھا وہ سچ جسے میری زبان سے سن کر آپ کو کبھی
اعتبار نہیں آیا"۔

دلشاد نے بلند آواز میں صوفی صاحب سے کہا۔ جو صرف حُسن آرا کو دیکھے جا رہے تھے۔

"یہی دن دیکھنے کے لئے خاندانی عورت کے سامنے طوائف لائے تھے آپ ...... ارے میں نہ کہتی تھی یہ طوائفیں کبھی خاندانی نہیں ہو سکتی ...... ارے صوفی صاحب تین لفظ کہہ کر اسے ابھی فارغ کریں"۔

دلشاد نے صوفی صاحب سے کہا حُسن آرا نے سر اُٹھا کر صوفی صاحب کو نہیں دیکھا۔ سر جھکائے ہوئے کہا۔

"طلاق نہ دیں صوفی صاحب میں ویسے ہی گھر چھوڑ کر چلی جاتی ہوں"۔

مدھم آواز میں اُس کے جملے نے دلشاد کے تن بدن میں جیسے تلے سرے سے آگ لگا دی۔

"ارے بے شرم بے حیا ...... صوفی صاحب کی عزت کو داغدار کرنے والی ...... تجھے صوفی صاحب کا نام چاہیے ...... ارے تجھے عزت کا مطلب بھی پتہ ہے"۔

"پتہ ہے آپا ...... ایک اسی گھر میں آ کر ہی تو پتہ چلا ہے مجھے"۔

حُسن آراء نے اُسی طرح کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

"آپ نے دیدہ دلیری دیکھی اس کی ...... میں کہتی ہوں اس کو طلاق دے کر ابھی گھر سے نکال دیں"۔

"آج رہنے دو کل طلاق دے دوں گا ...... پھر چلی جائے گی وہ اس گھر سے"۔

صوفی صاحب نے رنجیدہ اور شکست خوردہ انداز میں کہا۔

"ابھی ...... اسی وقت کیوں نہیں؟"

دلشاد نے کہا۔

"شام ہونے والی ہے دلشاد ...... سامان سمیٹتے اُس کو دیر لگے گی"۔

صوفی صاحب کہہ کر باہر نکل گئے۔

"وہ ابھی بھی اُس چڑیل کا اتنا خیال ...... اتنا احساس ...... ارے ابھی بھی اُسے سامان دیں گے ...... میرا بس چلے تو اُسے خالی ہاتھ دھکے دے کر یہاں سے نکال دوں"۔

دلشاد بولتے ہوئے غصّے میں اُن کے پیچھے گئی۔ مگر صوفی صاحب گھر سے نکل چکے تھے۔

اُس رات دلشاد کئی مہینوں کے بعد پہلی بار چین کی نیند سوئی اور اُس رات صوفی صاحب پوری رات نہیں سو سکے۔ انہوں نے جو دیکھا تھا اُس پر اُن کو یقین نہیں آ رہا تھا مگر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حُسن آراء نے کوئی صفائی کوئی وضاحت پیش نہیں کی تھی پھر وہ کیسے کہتے کہ سب کچھ جھوٹ تھا۔

اُس رات اپنے کمرے میں بیٹھ کر صوفی صاحب نے اتنے مہینوں بعد پہلی بار اُس نیکی کو عذاب سمجھا جسے کرنے کے بعد کئی ماہ سے وہ خود کو زمینی جنت میں محسوس کرتے رہے تھے۔

حُسن آراء سے صوفی صاحب کی پہلی ملاقات مسجد میں ہوئی تھی۔ وہ اُس رات عشا کی نماز کے لئے گئے تھے۔ امام صاحب کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہی جماعت کی امامت کروائی اور سب نمازیوں کے چلے جانے کے بعد اُس وقت مسجد کو بند کرنے ہی والے تھے جب اپنے عقب میں ایک نسوانی آواز سن کر وہ بے اختیار پلٹے۔

"امام صاحب؟"

وہ برقعے میں ملبوس تھی اور اُس نے نقاب سے اپنا سارا چہرہ چھپایا ہوا تھا صرف اُس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جو بے حد خوبصورت تھیں مگر اس وقت اُن میں

عجیب سی وحشت نظر آ رہی تھی۔

"امام نہیں ہوں بی بی......"

"لیکن مجھے تو امام صاحب سے ملنا ہے۔"

آپ صبح آ جائیں۔

"میری زندگی میں کوئی صبح نہیں ہے"۔

اُس نے عجیب سے لہجے میں اُن سے کہا۔

"پھر آپ امام صاحب کے گھر چلی جائیں میں پتہ سمجھا......"

اُس نے اُن کی بات کاٹ دی۔

"میں اللہ کے گھر آئی ہوں اب کسی اور کے گھر نہیں جاؤں گی۔ آپ مجھے مسجد میں بیٹھنے دیں اور امام صاحب کو یہاں بلا لائیں"۔

صوفی صاحب اُس کے مطالبے پر قدرے حیران ہوئے مگر پھر انہوں نے مسجد کا دروازہ کھول کر اُسے اندر لے جاتے ہوئے بیٹھنے کا کہا۔ وہ خود امام صاحب کو بلانے کیلئے جانے لگے تو حُسن آراء نے اُنہیں روکا۔

"ذرا ٹھہریئے"۔

"جی؟"

"صوفی صاحب نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔

"حرام موت اچھی ہے یا حرام کی زندگی؟"

وہ حُسن آراء کی بات پر ہکا بکا رہ گئے۔

"مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آئی"۔

صوفی صاحب نے اُلجھ کر کہا۔

"پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ اُس نے اصرار کیا"۔

"دونوں نہیں...... کوئی تیسرا راستہ بھی تو ہو سکتا ہے"۔

صوفی صاحب نے سوچ کر کہا۔

"اور اگر نہ ہو تو؟"

اُس نے اسی انداز میں کہا۔

"راستے "ہوتے" "نہیں" "ڈھونڈے" جاتے ہیں"۔

"فرض کریں نہ "ہو" نہ ڈھونڈا جا سکتا ہو پھر؟"

"پھر بھی بی بی...... میں نہ حرام موت کی حمایت کروں گا نہ حرام کی زندگی کی"۔

صوفی صاحب نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"آپ کی پریشانی کیا ہے؟...... کوئی مالی مسئلہ ہے تو میں مدد کر سکتا ہوں آپ کی...... اللہ نے بہت نوازا ہے مجھے"

صوفی صاحب نے کہا۔ "میرے جیسی عورت کو "مال" کا مسئلہ نہیں ہوتا"۔

"آپ کے جیسی عورت...... اس سے کیا مراد ہے آپ کی؟"

صوفی صاحب اُس کی بات پر اُلجھے۔

"اگر آپ وعدہ کریں کہ مسجد سے نہیں نکال دیں گے تو بتا دیتی ہوں"۔

حُسن آراء نے کہا۔

"میں مسجد سے نکالنے والا کون ہوتا ہوں یہ اللہ کا گھر ہے"۔

"میں طوائف ہوں"۔

اُس نے صوفی صاحب کی بات کاٹ کر کہا اور صوفی صاحب چند لمحوں کے لئے بول نہیں سکے۔ حُسن آراء چند لمحے اُن کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر ایک گہرا سانس لے کر اُس نے کہا۔

"کچھ کہیں گے نہیں......؟"

پھر وہ ہلکا سا ہنسی

"میں جانتی ہوں بڑے بڑے لوگوں کو اسی طرح سانپ سونگھتے دیکھا ہے اس لفظ طوائف پر میں نے"۔

''مگر آپ کا مسئلہ کیا ہے؟...... مجھے یقین ہے طوائف ہونا تو مسئلہ نہیں ہے آپ کا''۔

صوفی صاحب نے بالآخر کہا۔

''یہی تو مسئلہ ہے...... کسی سے محبت ہوگئی مجھے...... اُس کے ساتھ میں کوٹھے سے بھاگ گئی...... کوٹھے پر آنے والے مرد ''طوائف'' سمجھ کر سر پر بٹھاتے تھے مجھے میں ''بیوی'' بن کر کسی مرد کے پیروں میں بیٹھنا چاہتی تھی...... پر اُس لڑکے کو محبت نہیں تھی مجھ سے...... میں نکاح خواں کا انتظار کر رہی تھی وہ دلال لے آیا...... میں بھاگ گئی...... ریل کی پٹڑی پر جان دینا چاہتی تھی راستے میں یہ مسجد دیکھی...... سوچا دنیا میں ہر گھر دیکھ لیا اب اللہ کا گھر بھی ایک بار دیکھ لوں''۔

''آپ نے ٹھیک کیا کہ یہاں آ گئیں''۔

صوفی صاحب کو بے اختیار اس پر ترس آیا۔

''ہم لوگ مدد کریں گے آپ کی''۔

''پر میں یہاں مدد مانگنے نہیں آئی''۔

''حُسن آراء نے اُن کی بات کاٹ دی''۔

''پھر؟''

وہ اُلجھے۔

''کوٹھے پر گاہک ملا۔ محبوب کے گھر پر دھوکہ...... اللہ کے گھر عزت لینے آئی ہوں میں۔ اس محلے میں ہے کوئی جو میرے سر پر عزت کی چادر ڈال دے''۔

صوفی صاحب اُس کی بات پر ایک بار پھر چند لمحوں کے لئے بول نہیں پائے۔

''بی بی دل چھوٹا مت کریں میں اور امام صاحب آپ کے لئے کوئی اچھا رشتہ ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے...... آپ میرے گھر چلیں۔ وہاں میری بیوی اور بیٹی ہے...... آپ وہاں رہیں''۔

''کس رشتہ سے میں آپ کے ساتھ چلوں؟...... باپ آپ میرے بن نہیں

...... بھائی میں آپ کو بناؤں گی نہیں اور شوہر آپ میرے بنیں گے نہیں''۔ صوفی صاحب اُس کی بات پر چونکے وہ عجیب عورت تھی۔

''نکاح کیوں نہیں کر لیتے آپ میرے ساتھ؟'' اُس نے صوفی صاحب کے سر پر جیسے گرز دے مارا۔

''بی بی آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے...... میں ایسا آدمی نہیں ہوں''۔

صوفی صاحب نے ہڑبڑا کر کہا۔

''میں آپ کو کیا کرنے کو کہہ رہی ہوں...... نکاح کرنے کو...... طوائف کے منہ سے نکاح کی دعوت مذاق لگتی ہے یا گناہ''۔

اُس نے تیکھے انداز میں کہا تھا۔

''نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا...... میں ادھیڑ عمر آدمی ہوں...... اپنی جوان بیٹی کا رشتہ ڈھونڈ رہا ہوں...... میں خود شادی کیسے کر سکتا ہوں''۔

صوفی صاحب نے وضاحت کی۔

''میری جگہ کسی اونچے خاندان کی عورت شادی کے لئے کہتی تو بھی انکار کر دیتے؟''

''بات اونچے یا نیچے خاندان کی نہیں ہے بات ضرورت کی ہے...... مجھے دوسری بیوی کی ضرورت نہیں ہے''۔

''صوفی صاحب نے اُسے سمجھایا''۔

''لیکن مجھے تو ایک گھر کی ضرورت ہے''۔

''آپ میرے گھر...... چل کر رہیں...... مہمان کے طور پر جب تک چاہیں''۔

''مہمان نہ بنائیں میزبان بنائیں...... مہمان بہت بنی ہوں میں......''

''میرا اور آپ کا جوڑ مناسب نہیں''۔

''جانتی ہوں...... آپ ایک متقی آدمی اور میں ایک گناہ گار عورت''۔

آپ پھر غلط سمجھ رہی ہیں میں اپنی اور آپ کی عمر کے فرق کی بات کر رہا

ہوں۔ صوفی صاحب نے کہا۔

''میری عمر 40 سال ہے۔''

''وہ حُسن آراء کی بات پر اُلجھے''۔

''مگر آواز سے تو آپ...... خیر آپ 40 کی بھی ہوں تو بھی بہت فرق ہے...... میں 60 سال کا ہوں''۔

صوفی صاحب نے کہا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں''۔

''بی بی میں......''

حُسن آراء نے اُنہیں بات مکمل کرنے نہیں دی۔

''اللہ کے گھر کھڑے ہیں اللہ کا واسطہ دوں گی تو بھی کیا شادی نہیں کریں گے۔ میرے ساتھ؟''

حُسن آراء کی آواز کی نمی انہوں نے دیکھے بغیر بھی محسوس کی۔ پتہ نہیں صوفی صاحب کس بات سے پسیجے تھے اُس کے آنسوؤں سے یا پھر اللہ کے واسطے سے...... مگر اگلے ایک گھنٹے میں وہیں مسجد میں چار گواہوں اور امام صاحب کو بلوا کر انہوں نے حُسن آراء سے نکاح کر لیا تھا۔

حُسن آراء کو پہلی بار انہوں نے اپنے گھر پر تب دیکھا تھا جب اُس نے چہرے سے نقاب ہٹایا تھا۔ صوفی صاحب کو جیسے غش آ گیا تھا۔ اُس نے اُن سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ حُسنہ کی عمر کی تھی...... کسی بھی طرح وہ 20-22 سے زیادہ کی نہیں تھی۔ وہ بے حد نادم اور شرمندہ ہوئے تھے مگر یہ شرمندگی اور ندامت صرف اُنہیں تک محدود تھی۔ حُسن آراء اس رشتے سے بے پناہ خوش تھی اور اُسے اس جھوٹ پر کوئی ندامت نہیں تھی۔ اُسے گھر چاہیے تھا اور اُس نے گھر ڈھونڈ لیا تھا۔

وہ تین ماہ اس گھر میں رہی تھی مگر ان تین ماہ میں اُس نے صوفی صاحب کی اتنی خدمت اتنی اطاعت کی تھی کہ دلشاد کا 35 سال کا ساتھ کہیں پیچھے چلا گیا تھا۔ صوفی صاحب شروع میں اُس کی کم عمری اور حالات کی وجہ سے اُس کا زیادہ خیال رکھتے تھے مگر

بعد میں اُن کا دل حُسن آراء کی طرف کھینچنے لگا تھا۔ وہ بے انتہا خوبصورت تھی نوجوان تھی اور اُس کا ''اخلاق'' کمال کا تھا......

دلشاد اونچے خاندان کی تھی اور اسے اس بات کا گھمنڈ بھی تھا اور یہ گھمنڈ دلشاد بیگم کے طور طریقے میں کہیں نہ کہیں جھلک ہی جاتا تھا......

حُسن آراء کا کوئی خاندان نہیں تھا اور وہ سراپا اطاعت اور فرمانبردار تھی...... کوئی تبر کوئی زعم، کوئی گمان، کوئی ناز...... وہاں کچھ بھی نہیں تھا...... بس ایک سرشاری تھی...... ایک ہی اطمینان تھا...... وہ کوٹھے سے خاندان میں آ گئی تھی...... اُس نے گھر بنا لیا تھا اور یہ بات وہ صوفی صاحب کو بار بار کہتی...... اتنا ذکر کرتی کہ صوفی صاحب شرمسار ہو جاتے......

❁

اور اب یک دم کیا ہو گیا تھا...... اُنہیں آج لگ رہا تھا کہ وہ حُسن آراء کے ہاتھوں بے وقوف بنے تھے...... بہت بُری طرح بے وقوف...... آخر ایک نوجوان لڑکی ایک بوڑھے مرد میں کس لئے دلچسپی لے گی، کیوں اُس کے نکاح میں آنا چاہے گی......۔

وہ حُسن آراء سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے مگر اُن میں حوصلہ نہیں تھا کہ وہ اُس کا سامنا کر پاتے...... طلاق کے تین لفظ منہ سے نکالنے کے لئے صوفی صاحب کو بہت زیادہ ہمت چاہیے تھی...... حُسن آراء اُن کے لئے صرف ایک احسان نہیں رہی تھی وہ اُن کے دل میں جگہ بنا بیٹھی تھی...... اُسے گھر سے نکالنا اُسے دل سے نکالنے سے بہت آسان تھا...... اور صوفی صاحب کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سا کام پہلے کریں...... اور کیا اُن میں سے کوئی کام کرنا اُن کے لئے ممکن ہے۔

❁

حُسن آراء نے اُنہیں اس تکلیف سے بچا لیا تھا۔ اگلی صبح حُسنہ اکبر کے ساتھ روتی دھوتی صوفی صاحب کے گھر آئی اور اُنہیں بتایا کہ پچھلی رات حُسن آراء اور اکبر نے گھر سے بھاگ جانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اکبر نے حُسن آراء کو حُسنہ کا سارا زیور لا کر

دے دیا۔ حُسن آراء نے اُس سے کہا تھا کہ وہ صبح فجر کے وقت چھت پھلانگ کر اکبر کی چھت پر آ جائے گی اور پھر وہ دونوں صبح صبح کسی دوسرے شہر چلے جائیں گے اور وہاں شادی کر لیں گے۔

فجر کے وقت وہ دونوں ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ حُسن آراء نے اکبر کو ٹکٹ لانے کے لئے بھیجا' جب وہ ٹکٹ لے کر آیا تو حُسن آراء اُس جگہ موجود نہیں تھی جہاں وہ اُسے چھوڑ کر گیا تھا اکبر حواس باختہ ہو کر اُسے ڈھونڈتا رہا' مگر وہ نہیں ملی اور تب اُسے اپنی حماقت کا احساس ہوا وہ اُسے بے وقوف بنا کر خود شاید کسی تیسرے کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔

اکبر پچھتاتا ہوا گھر آیا تھا اور اُس نے حُسنہ کو سب کچھ بتاتے ہوئے اُس سے معافی مانگ لی تھی...... حُسنہ اب اُسے ساتھ لے کر صوفی صاحب سے معافی منگوانے کے لئے آئی تھی۔

دلشاد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ ہنسے یا روئے۔

اکبر اب منہ بھر بھر کر حُسن آراء کی برائیاں کر رہا تھا اور حُسنہ کی تعریفیں کر رہا تھا...... ساتھ ساتھ صوفی صاحب سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا...... وہ کانٹا جو دلشاد اور حُسنہ کی زندگی میں گڑا تھا وہ نکل گیا تھا۔ مگر دوسری طرف حُسنہ کا وہ سارا زیور بھی چلا گیا تھا جو اُسے شادی پر میکے اور سسرال کی طرف سے پہنایا گیا تھا۔

''معاف کر دیں صوفی صاحب اسے...... صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے اور پھر غلطی تو آپ کی تھی...... آپ ایسی عورت کو گھر لائے کیوں جس کی وجہ سے ہماری عزت گئی''۔

دلشاد نے صوفی صاحب سے اکبر کی حمایت کرتے ہوئے کہا

صوفی صاحب خاموش ہو رہے' کہنے کو اب کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا...... حُسن آراء اُن کا گھر نہیں اُن کا دل خالی کر گئی تھی مگر اُنہیں شکوہ اللہ سے تھا...... انہوں نے اللہ کے گھر اُس کے سر پر عزت کی چادر ڈالی تھی پھر وہ اُن کے گھر کی عزت کیسے لے گئی؟

''ابا کہاں ہیں اماں؟''

حُسنہ نے دلشاد سے پوچھا۔ وہ کئی دنوں کے بعد گھر آئی تھی''۔ مسجد میں ہوں گے اور کہاں ہوں گے جب سے وہ خرافہ گئی ہے ہر وقت مسجد میں ہی پڑے رہتے ہیں...... پر یہ بھی اچھا ہے کہ مسجد میں ہی پڑے رہتے ہیں...... پہلے کی طرح کوٹھے پر جاتے تو......

''دلشاد نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے حُسنہ کے ہاتھ میں پکڑی پوٹلی کو حیرت سے دیکھا''۔

اس پوٹلی میں کیا ہے؟

''میرا زیور ہے''۔ حُسنہ نے مدھم آواز میں کہا۔

''دلشاد چونکی''۔

کیسا زیور......؟ تمہارا زیور تو وہ خرافہ لے گئی تھی۔

''اماں گالی مت دیں اُسے''۔ حُسنہ نے اس بار جیسے بے اختیار تڑپ کر کہا۔

''خبردار اب کے حمایت کی اُس کی تو''۔ دلشاد کو جیسے آگ لگ گئی۔

''غضب خدا کا یہ سب ہو گیا اور پھر بھی تم نے سبق نہیں سیکھا...... اور یہ کون سا زیور ہے جس کی بات کر رہی ہو تم؟''

حُسنہ نے جواب دینے کی بجائے بستر پر پوٹلی اُلٹ دی۔ دلشاد ساکت رہ گئی۔ وہ واقعی حُسنہ کا شادی کا زیور تھا۔

''یہ کیا؟...... یہ...... یہ کہاں سے آیا؟''

وہ اٹکیں

''اپنے کمرے میں یہیں چھوڑ گئی تھی وہ جانے سے پہلے''۔

حُسنہ نے سر جھکائے مدھم آواز میں کہا۔ ''زیور چھوڑ گئی عزت لے گئی''۔

دلشاد نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

''نہ زیور لے کر گئی نہ عزت...... وہ نہ آتی تو اس گھر کی عزت جاتی''۔

"تو کیا کہہ رہی ہے حسنہ ......؟" دلشاد نے پہلی بار حسنہ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اُس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی سسک رہی تھی۔ ان کے دل کو کچھ ہوا۔ آخر بات کیا تھی؟......

اور "بات" نے اُنہیں "بات کرنے" کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

"میرے تعلقات ہو گئے تھے اماں اکبر کے ساتھ ...... ہم لوگ چھت پر ملتے تھے ...... میں سوچتی تھی وہ اس طرح رشتہ نہیں بھیج رہا شاید میں اس کی بات مان لوں تو اسی طرح رشتہ بھیج دے ...... لیکن اکبر کو یہ پتہ چلا کہ میں ماں بننے والی ہوں تو وہ مجھ سے کترانے لگا اُس نے چھت پر آنا چھوڑ دیا۔ میں اتنی پریشان تھی کہ ایک دن چوہے مار گولیاں کھا کر مرنے والی تھی جب حُسن آراء نے مجھے بچایا۔

پھر میں نے اُس کو سب کچھ بتا دیا۔ اُس نے مجھے کہا کہ وہ اکبر کو پھانس کر مجھ سے شادی پر مجبور کرے گی۔ اور اُس نے ایسا ہی کیا۔

پر ہماری شادی ہو جانے کے بعد بھی اکبر حُسن آراء کو اور زیادہ تنگ کرنے لگا تھا۔ پھر حُسن آراء نے مجھ سے کہا کہ وہ ابا کی بیوی ہے اب گناہ نہیں کرے گی اور اکبر اُسے یہ دھمکی دے رہا تھا کہ اگر وہ اُس کی بات نہیں مانے گی تو وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ پھر ہم دونوں نے مل کر کھیل کھیلا ...... آپ کو اُس دن میں نے جان بوجھ کر وہاں بھجوایا۔ مجھے پتہ تھا آپ ابا کو لے کر آجائیں گی۔

حُسن آراء کو ڈر تھا ابا اُسے طلاق دے دیں گے تو اکبر اُس کے پیچھے آئے گا اور شاید مجھے بھی طلاق دے دے ...... اس لئے اُس نے اکبر کے ساتھ یہ دھوکہ کیا تاکہ وہ اُس سے نفرت کرنے لگے اور اُسے ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرے بلکہ میرے ساتھ خوش رہے"۔

حسنہ نے سب کچھ بتانے کے بعد سسکیاں لیتے ہوئے سر اُٹھا کر دلشاد کو دیکھا جس نے اب تک ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

وہ پتھر کے بُت کی طرح بیٹھی تھی۔ اُس کے ہونے والے بچے کے لئے

موزے بننے والی سلائیاں اُس کے ہاتھوں سے گر چکی تھیں ...... اور اس کے ساتھ ہی خاندانی نجابت پر اُن کا فخر اور غرور بھی ......

مات ہوئی بھی تھی تو کس کے ہاتھوں ...... "خاندانی عورت" جیسے منہ کے بل گر گئی تھی......

"اُس نے ...... اُس نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟" حسنہ کو دلشاد کی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"پوچھا تھا میں نے ......

وہ کہتی تھی ابا کا کوئی احسان تھا اُس کے سر پر ...... وہ احسان اُتارنا نہیں چاہتی ...... پر احسان کرنا ضرور چاہتی ہے"۔

دلشاد زرد چہرے کے ساتھ اپنی اس اکلوتی اولاد کا چہرہ دیکھتی رہی ...... جسے اُس نے خاندانی شرافت و نجابت کی گھٹی دے کر پالا تھا اور جس نے اُن کے منہ پر کالک مل دی تھی ...... وہ حسنہ سے کیا کہتی ...... وہ حُسن آراء سے بھی کیا کہتیں ...... یہ کہ وہ "طوائف" کے بھیس میں "خاندانی" نکلی جو صوفی صاحب اور دلشاد کی عزت پر پردہ ڈال کر چپ چاپ اُن کی زندگی سے چلی گئی تھی ......

بمشکل اپنے پیروں پر زور ڈالتے ہوئے وہ پلنگ سے اُٹھی تھیں۔

"اماں"۔ ...... "اماں"

حسنہ نے بے تاب ہو کر اُنہیں پکارا۔ دلشاد نے پلٹ کر اُسے نہیں دیکھا ...... اُنہیں اس وقت اپنی بیٹی ...... "اپنی" نہیں لگ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر انہوں نے باہر جانے کے لئے قدم بڑھایا اور ہل نہیں سکیں۔ صوفی صاحب سامنے کھڑے تھے پتہ نہیں وہ کب آئے تھے مگر اُن کے چہرے اور آنکھوں کی رنجیدگی نے دلشاد کو بتا دیا تھا کہ کوئی بھید اب بھید نہیں رہا تھا۔ بہت دیر تک دونوں چپ چاپ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے پھر دلشاد نے لڑکھڑاتی زبان میں کہا۔

"اس پر آپ نے کیا احسان کیا تھا صوفی صاحب؟" ......

صوفی صاحب بہت دیر دلشاد کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔
"یہی تو یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں نے اُس پر کیا احسان کیا تھا؟
...... احسان کیا بھی تھا کہ...... صوفی صاحب بات مکمل نہیں کر سکے۔ دلشاد اپنے دوپٹہ سے منہ ڈھانپ کر یک دم پھوٹ کر رونے لگی تھی۔"

THE end

THE end

THE end